

مَلِكُ دُيُونِی وَسُكْتِ الْخَلَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهَدِّیْنَ

بہارِ کلام  
چتر گرام

# السنۃ

شمارہ نمبر  
06

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ، اپریل ۲۰۰۹ء

مدیر

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

عالم الغیب کون؟

داڑھی کی شرعی حیثیت

دورانِ خطبہ آنے والا دو رکعت پڑھے گا

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر احادیثِ صحیحہ و متواترہ

قارئین کے سوالات

جنازہ کے ساتھ باوازِ بلند ذکر کرنا کیسا ہے؟

www.ircpk.com

دارِ تخصص و تحقیق، جہلم، پاکستان





## اہل سنت کون؟

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۳۹۲-۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

”قیاسِ غیر صحیح کا متبع اگر اپنے آپ کو نفع مند علوم میں مشغول کرتا، رب العالمین کے رسول کی احادیث کو تلاش کرتا اور فقہاء و محدثین کے نقوش پاکی پیروی کرتا تو یہ کام ہی اسے کافی ہو جاتا اور وہ اپنی مذموم رائے پر اعتماد کرنے کے بجائے حدیث پر اکتفاء کر لیتا، کیونکہ حدیث میں تمام اساسی عقائد و عبادات، مثلاً اصول توحید، وعدہ و وعید، رب العالمین کی صفات، جنت و جہنم کی کیفیات، زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ عجیب و غریب مخلوقات، عظیم آیات اور مقررین فرشتوں کا تذکرہ، سب کچھ موجود ہے۔

نیز حدیث میں انبیائے کرام کے واقعات، زہاد و اولیاء کی خبریں، ادباء کی نصائح، فقہاء کی باتیں، عرب و عجم کی بادشاہوں کی سیرتیں، پہلی امتوں کے قصے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا و غزوات کی تفصیل، آپ کے تمام احکام و فتاویٰ جات، خطوط، مواعظ، معجزات، آپ کی ازواج، اولاد، سسرال اور اصحاب کی تعداد کا ذکر اور ان کے حسب و نسب کے تذکرے موجود ہیں، حدیث میں ہی قرآن کی تفسیر، صحابہ کے اقوال، ائمہ و فقہاء کے اختلافات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کو ہی شریعت کے محافظ بنایا ہے اور ان کے ہاتھوں ہر بدعت کا قلع و قمع کروایا ہے، یہی لوگ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگران ہیں، نیز نبی اور امت کے درمیانی واسطہ اور حفاظتِ دین کے سلسلے میں مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے اخلاق عمدہ، فضائل معروف، دلائل واضح اور براہین دندان شکن ہیں۔

ہر گروہ کسی رائے و قیاس کی طرف رجوع کرتا ہے، سوائے اہل حدیث کے کہ قرآن ان کا ہتھیار، حدیث ان کی دلیل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقتدا و پیشوا ہیں، وہ خواہشات کی پیروی نہیں کرتے نہ ہی آراء کی طرف التفات کرتے ہیں، وہ ائمہ دین سے وہی بات قبول کرتے ہیں جو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں، وہ حدیث کے محافظ، دین کے امین اور علم کے حاملین ہیں۔

جب کسی حدیث (کی صحت و ضعف) میں اختلاف ہو تو انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، جو فیصلہ وہ کر دیں، سر آنکھوں پر رکھا جائے گا، ان میں سے ہر ایک فقیہ عالم، رفیع الشان امام، پختہ قاری اور بہترین خطیب ہے، یہی ”سوادِ اعظم“ ہیں، ان ہی کی راہ سیدھی ہے، ہر بدعتی (زبانی طور پر) انہی کے عقائد کا اظہار کرتا ہے، لیکن مذاہب (فروعی مسائل) میں ان کی طرح وضاحت کی جرأت نہیں کر پاتا۔

جوان کی مخالفت کرتا ہے، اللہ اسے مغلوب کر دیتا ہے اور جوان سے عداوت رکھتا ہے، اللہ اسے رسوا کر دیتا ہے، جوان کو چھوڑے گا، انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا اور جوان سے علیحدہ ہوگا، کبھی کامیاب نہ ہوگا، اپنے دین میں محتاط آدمی انہی کی رہنمائی

کا محتاج ہوتا ہے اور ان کی طرف بری نظر سے دیکھنے والا ذلیل ہو جاتا ہے۔“ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۳۶-۳۸)

شماره نمبر 6

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ، اپریل 2009ء

- 1- عالم الغیب کون؟ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری 2
- 2- واڑھی کی شرعی حیثیت غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری 9
- 3- دورانِ خطبہ آنے والا دور کعت پڑھے گا حافظ ابو یحییٰ نور پوری 21
- 4- نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر احادیث صحیحہ و متواترہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری 32
- 5- قارئین کے سوالات غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری 42
- 6- جنازہ کے ساتھ باوازِ بلند ذکر کرنا کیسا ہے؟ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری 44

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

## عالم الغیب کون؟

☆۱ سیدنا ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَصْحَابُهُ ، جَاءَهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي غَيْرِ صُورَتِهِ يَحْسِبُهُ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ .

”ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام کسی اور صورت میں آپ کے پاس آئے، آپ انہیں ایک مسلمان مرد سمجھ رہے تھے۔“

(مسند الامام احمد: ۱۲۹/۴، ح: ۱۷۲۹۹، وسندہ حسن)

ایک روایت میں ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا شَبِهَ عَلَيَّ مِنْذُ أَتَانِي قَبْلَ مَرَّتِي هَذِهِ ، وَمَا عَرَفْتُهُ حَتَّى وَلَّيَ .

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب سے جبریل میرے پاس آنے لگے ہیں، وہ کبھی مجھ پر اتنے مشتبہ کبھی نہیں ہوئے، میں ان کو واپس جانے تک پہچان ہی نہیں پایا۔“

(صحیح ابن حبان: ۱۸۳، وسندہ صحیح، واصلہ فی مسلم)

سنن نسائی (۴۹۹۴، وسندہ صحیح) میں ہے:

مَا كُنْتُ بِأَعْلَمَ بِهِ مِنْ رَجُلٍ مِنْكُمْ ، وَانَّهُ لَجَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فِي صُورَةِ دَحِيَةِ الْكَلْبِيِّ .

”میں (پہلے) اسے تم میں سے کسی سے بڑھ کر نہیں جانتا تھا، (اب وحی کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ) وہ تو جبریل علیہ السلام تھے جو دحیہ الکلبی کی شکل میں نازل ہوئے تھے۔“

سیدنا جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں متشکل ہو کر آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہچان نہ سکے کہ مسلمان آدمی ہے یا جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لائے ہیں، یہ حدیث علم غیب کی نفی پر زبردست دلیل ہے۔

☆۲ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو (نماز تہجد کے

لیے) بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي ، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ ، اللَّهُمَّ زِدْنِي

عِلْمًا ، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي ، وَمَا لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ، أَنْتَ الْوَهَّابُ

”تیرے سوا کوئی معبود (بحق) نہیں، میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! تو میرے علم میں اضافہ فرما اور جبکہ تو نے مجھے ہدایت دی، میرے دل میں کجی مت فرما (مجھے گمراہ مت کر) اور اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی داتا ہے۔“ (سنن ابی داؤد: ۵۰۶۱، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۸۶۵، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۷۵۸، المستدرک للحاکم: ۱/۵۴۰، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۵۳۱) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔ (نتائج الافکار: ۱۵۱-۱۱۶)

اس کا راوی عبد اللہ بن ولید مصری ”حسن الحدیث“ ہے، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کی ”توثیق“ کر دی ہے، لہذا اس پر امام دارقطنی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کی جرح مردود ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ماکان وما یکون“ کا علم نہیں دیا گیا تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ سے علم میں اضافے کا سوال کر رہے ہیں، اس کی تائید قرآن مجید نے بھی کر دی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طہ: ۱۱۴)

”(اے نبی!) کہہ دیجئے، اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔“

☆ ۳ عاصم بن حمید السکونی کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ خود بھی ان کے ساتھ شہر سے باہر نکلے، ان کو وصیتیں فرما رہے تھے، سیدنا معاذ سوار تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے، جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا:

یا معاذ! انک عسی أن لا تلقانی بعد عامی هذا، ولعلک أن تمر بمسجدی وقبری .

”اے معاذ! شاید آپ مجھے اس سال کے بعد نہ مل سکیں اور شاید آپ (جب آئیں تو) میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزریں۔“

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کی جدائی کے باعث گھبرا کر رونے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے معاذ! رومت! رونے کا بھی کوئی موقع محل ہوتا ہے، (بین و نوحہ کرتے ہوئے رونا) شیطانی

عمل ہے۔“ (مسند الامام احمد: ۲۳۵/۵، دلائل النبوة للبیہقی: ۴۰۴-۴۰۵، وسندہ صحیح)

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل الهدية ولا يأكل الصدقة ، فأهدت له يهودية بخير شاة مصلية سمّتها ، فأكل رسول الله صلى الله عليه وسلم منها وأكل القوم ، فقال : ارفعوا أيديكم ، فإنها أخبرتني أنها مسمومة فمات بشر البراء بن معرور الأنصاري ، فأرسل الى اليهودية ، ما حملك على الذي صنعت ؟ قالت : ان كنت نبياً لم يضرك الذي صنعت ، وان كنت ملكاً أرحت الناس منك ، فأمر بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقتلت ، ثم قال في وجعه الذي مات فيه ، ما زلت أجد من الأكلة التي أكلت بخير ، فهذا أوان قطعت أبهري .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کھالیا کرتے تھے، لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے، خیبر کی ایک یہودی عورت نے آپ کو تحفہ میں ایک بھونی ہوئی بکری زہر آلودہ کر کے پیش کی، آپ نے اور صحابہ کرام نے کھانا شروع کر دیا، پھر آپ نے فرمایا، اپنے ہاتھ (کھانے سے) اٹھا لو، کیونکہ اس نے مجھے بتا دیا ہے کہ یہ زہر آلودہ ہے، اس سے بشر بن معرور انصاری صحابی شہید ہو گئے، آپ نے یہودیہ سے پوچھ بھیجا کہ اس کو اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا، اگر آپ نبی ہیں تو یہ آپ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ ایک بادشاہ ہیں تو میں نے لوگوں کو آپ سے آرام دے دیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ قتل کر دی گئی، پھر آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا، میں ہمیشہ اس لقمے کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ میری رگ جان کاٹے جا رہا ہے۔“ (سنن ابی داؤد: ۴۵۱ - وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲۱۹/۳-۲۲۰) نے امام مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔

یہ حدیث اس بات پر نہایت واضح اور روشن دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ زہر آلود گوشت تناول نہ فرماتے، بلکہ آپ کے صحابہ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، بشر بن براء بن معرور صحابی تو یہ گوشت کھانے کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے، اسی جرم کی پاداش میں یہودی عورت کو قصاصاً قتل کر دیا گیا، اس حدیث میں اہل عقل کے لیے بڑا درس ہے۔

☆۵ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض کا حال بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: ”جب آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا، اُصلی الناس؟ کیا لوگوں نے نماز (باجاماعت) ادا کر لی ہے؟ ہم نے عرض کی، نہیں اے اللہ کے رسول! وہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں، فرمایا، میرے لیے

ایک ٹب میں پانی رکھو، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا کہ آپ کے لیے پانی رکھ دیا، آپ نے غسل فرمایا، آپ کھڑے ہونے لگے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے، گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا، اُصلی النَّاس؟ کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی؟ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ابھی نہیں، بلکہ وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں، فرمایا، میرے لیے ایک ٹب میں پانی رکھو، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل فرمایا، پھر کھڑے ہونے لگے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ پائے، گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آرام آیا تو فرمایا، اُصلی النَّاس؟ کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! نہیں، وہ تو آپ کے منتظر ہیں، فرمایا، میرے لیے ایک ٹب میں پانی رکھو، آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا، پھر کھڑے ہونے لگے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ پائے اور گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر افاقہ ہوا تو فرمایا، اُصلی النَّاس؟ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! نہیں، لوگ عشاء کی نماز کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں جھے ہوئے تھے، بالآخر آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ (صحیح بخاری: ۹۵/۱، ح: ۶۸۷، صحیح مسلم: ۱۷۷/۱، ح: ۴۱۸)

یہ حدیث دلیل قاطع اور برہانِ ساطع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے تھے، آپ کو ”ماکان وما یکون“ کا علم نہ تھا، آپ اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات میں بار بار دریافت فرما رہے تھے کہ کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟

☆۶ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد رأيتني في الحجر وقریش تسألني عن مسراي، فسألتنی عن أشياء من بيت المقدس لم أثبتها، فکربت کربة ما کربت مثله قط، قال: فرفعه الله لي أنظر اليه، ما يسألوني إلا أنباتهم به.....

”میں عظیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہِ معراج کے بارے میں پوچھ رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں یاد نہ رکھ سکا، جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان نہ ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا، وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھ رہے تھے اور میں ان کو دیکھ دیکھ کر بتاتا جا رہا تھا۔“ (صحیح مسلم: ۹۶/۱، ح: ۱۷۲)

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو آپ کو اتنی پریشانی نہ اٹھانا پڑتی، آپ نے بیت

المقدس کی جو نشانیاں دیکھی تھیں، وہ بھی بھول گئے تھے، ثابت ہوا کہ آپ علم غیب سے متصف نہ تھے۔

☆۷ سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جاء عبد ، فبايع النبي صلى الله عليه وسلم على الهجرة ، ولم يشعر أنه عبد ، فجاء سيده يريدہ ، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم بعنيه ، فاشتراه بعبدين أسودين ، ثم لم يبايع أحدا بعده حتى يسأله ، أعبد هو ؟

”ایک غلام آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کر لی، لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ غلام ہے، پھر اس کا مالک اس کو لینے کے ارادے سے آپہنچا، آپ نے اس سے فرمایا، اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو، پھر آپ نے اسے دو جوشی غلاموں کے بدلے خرید لیا، اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی سے بیعت نہ لیتے تھے جب تک اس سے پوچھ نہ لیتے، کیا وہ غلام ہے؟“ (صحیح مسلم: ۲۰/۲، ح: ۱۶۰۲)

یہ حدیث اس بات پر روشن دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ماکان وما یكون“ کا علم نہیں دیا گیا تھا، آپ کو یہ بھی علم نہ تھا کہ یہ غلام ہے یا آزاد، بلکہ اس معاملہ کے بعد آپ تحقیق کرتے تھے۔

☆۸ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں:

واعد رسول الله صلى الله عليه وسلم جبريل عليه السلام في ساعة يأتيه فيها ، جاء ت تلك الساعة ولم يأتہ ، وفي يده عصا ، فألقاها من يده وقال : ما يخلف الله ولا رسله ، ثم التفت فاذا جرو كلب تحت سرير ، فقال : يا عائشة ! متى دخل هذا الكلب ههنا ؟ فقالت : والله ! ما دريت ، فأخرج ، فجاء جبريل عليه السلام ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : واعدتني ، فجلست لك ، فلم تأت ، فقال : منعني الكلب الذي كان في بيتك ، أنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة .

”جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معین وقت میں ملاقات کا وعدہ کیا، وہ وقت آن پہنچا، لیکن جبریل علیہ السلام نہ آئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک لاٹھی تھی، آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ اور اس کے قاصد وعدہ خلافی نہیں کرتے، آپ نے ادھر ادھر دیکھا تو اچانک چار پائی کے نیچے کتے کا پلا (بچہ) دکھائی دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ! یہ کتا کب یہاں آیا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اللہ کی قسم! مجھے کوئی پتا نہیں، اس کتے کو نکال



دیا گیا، پھر جبریل علیہ السلام آئے، آپ نے فرمایا، آپ نے مجھے ملاقات کا وعدہ دیا تھا، میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا، آپ نہیں آئے، انہوں نے کہا، آپ کے گھر میں جو ٹٹا تھا، اس نے مجھے داخل ہونے سے روک دیا، ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتایا (جاندار کی) تصویر ہو۔“ (صحیح مسلم: ۱۹۹/۲، ح: ۲۱۰۴)

صحیح مسلم (۱۹۹/۲، ح: ۲۱۰۵) میں ہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت غمزہ اٹھے، میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آج میں آپ کو کچھ پریشان دیکھ رہی ہوں، آپ نے فرمایا، جبریل نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔۔۔

☆۹ ہانی بن یزید روایت کرتے ہیں:

انه لما وفد الى النبي صلى الله عليه وسلم مع قومه ، فسمعهم النبي صلى الله عليه وسلم وهو يكنونه بأبي الحكم ، فدعاه النبي صلى الله عليه وسلم ، فقال : ان الله هو الحكم واليه الحكم ، فلم تكنيت بأبي الحكم ؟ قال : لا ، ولكن قومي اذا اختلفوا في شيء اتوني ، فحكمت بينهم ، فرضى كلا الفريقين ، قال : ما أحسن هذا ! ثم قال : ما لك من الولد ؟ قلت : لى شريح وعبد الله ومسلم بنو هانئ ، قال : فمن أكبرهم ؟ قلت : شريح ، قال : فأنت أبو شريح ، ودعاه ولولده ، وسمع النبي صلى الله عليه وسلم يسمون رجلا منهم عبد الحजर ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما اسمك ؟ قال : عبد الحजर ، قال : لا ، أنت عبد الله ، قال شريح : وان هانئا لما حضر رجوعه الى بلاده ، أتى النبي صلى الله عليه وسلم ، فقال : أخبرني بأى شيء يوجب لى الجنة ؟ قال : عليك بحسن الكلام وبذل الطعام .

”جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ لوگ اسے ابو الحکم کنیت سے پکار رہے تھے، آپ نے اسے بلایا اور فرمایا، یقیناً اللہ ہی حکم ہے اور اسی کی طرف فیصلے لوٹائے جاتے ہیں، تو نے اپنی کنیت ابو الحکم کیوں رکھ لی ہے؟ میں نے عرض کی، میں نے نہیں رکھی، بلکہ میری قوم جب اختلاف میں مبتلا ہوتی ہے تو میرے پاس آتی ہے، میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا، کیا خوب ہے! پھر فرمایا، تیری کتنی اولاد ہے؟ عرض کی، میرے بیٹے شریح، عبد اللہ اور مسلم ہیں، فرمایا، ان میں سے بڑا کون ہے؟ عرض کی، شریح، فرمایا، پھر تیری کنیت ابو شریح ہے، ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعا فرمائی، پھر آپ نے سنا کہ

ایک آدمی کا نام عبدالحجر لیا جارہا تھا، آپ نے اسے فرمایا، تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی، عبدالحجر، فرمایا، نہیں، تو عبد اللہ ہے، شرح بیان کرتے ہیں، جب ہانی کا اپنے علاقے کی طرف کا وقت آیا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوئے، کس چیز کے ذریعے میرے لیے جنت واجب ہوگی؟ آپ نے فرمایا، تو اچھی کلام کیا کر اور کھانا کھلایا کر۔“ (الادب المفرد للبخاری: ۸۱۱، خلق افعال العباد للبخاری: ۲۴۶،

التاریخ الكبير للبخاری: ۲۲۸-۲۲۷/۴، وسندہ حسن)

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہ تھے، نہ ہی آپ صحابہ کے حالات سے واقف تھے، جب صحابی کی ابوالحکم کنیت سنی تو اس کا رد کیا، پھر صحابی نے وجہ بیان کر دی کہ میری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ آپ نے اس کو سراہا، پھر ان کی اولاد کے بارے میں پوچھا، آپ کو معلوم بھی نہ تھا کہ وہ صاحب اولاد ہیں یا نہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں؟

☆۱۰ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوئے (یہ ان کی حقیقی خالہ تھیں)، اس وقت ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ رکھی ہوئی تھی، جسے ان کی بہن حفیدہ بنت حارث نجد سے اپنے ساتھ لائیں تھیں، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے وہ گوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی، جب آپ کھانے کے لیے ہاتھ بڑھانے لگے تو جواز واج مطہرات وہاں حاضر تھیں، ان میں سے کسی نے کہا، جو چیز آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلادینی چاہیے، چنانچہ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! یہ گوہ ہے، آپ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا، یہ جانور ہماری زمین میں نہیں ہوتا، اس بنا پر کراہت آتی ہے، خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس گوہ کو اپنی طرف کھینچ کر کھالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔“

(صحیح بخاری: ۸۳۱/۲، ح: ۵۵۳۷، صحیح مسلم: ۱۵۱/۳، ح: ۱۹۴۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وأنه كان لا يعلم من المغيبات إلا ما علمه الله تعالى .

”یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع کر دی جاتی تھی۔“ (فتح الباری: ۶۶۷/۹)

☆☆.....☆☆.....☆☆

## داڑھی کی شرعی حیثیت غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق احسن انداز میں کی ہے اور داڑھی کے ذریعے اسے زینت بخشی ہے، داڑھی جہاں اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، وہاں اسوۂ رسول بھی ہے، یہ جہاں انسان کا فطرتی حسن ہے، وہاں اللہ کی شریعت بھی ہے، داڑھی جہاں قومی زندگی کی علامت ہے، وہاں اس کا صفایا مردنی کی دلیل بھی ہے، داڑھی جہاں شعائر اسلام ہے، وہاں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا بھی ہے، داڑھی جہاں مرد کے لیے ظاہری حسن و جمال ہے، وہاں اس کے باطن کی تطہیر کا سبب بھی ہے، یہ تمام شریعتوں کا متفقہ مسئلہ ہے، یہ اسلامی تہذیب ہے، یہ وہ اسلامی وقار اور ہیبت ہے جس سے مرد و عورت کے درمیان تمیز ہوتی ہے، نیز اس سے مردوں اور بیچڑوں کے درمیان امتیاز ہوتا ہے، یہ وہ دینی روپ ہے جس سے صالحین اور فساق و فجار کے درمیان فرق ہوتا ہے، یہ ایک فطرتی طریقہ ہے جو دلیل کا محتاج نہیں، نفسانی خواہشات، رسم و رواج اور ماحول سے مرعوب ہو کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زینت کو بدنمائی میں تبدیل کرنا بزدلی ہے، اس سے انسان اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ﴾ (الاحزاب: ۲۳) ”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا الہ و معبود بنا لیا؟“ کا مصداق ٹھہرتا ہے۔

داڑھی منڈانا بالاجام حرام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور اس کی نعمتوں کی ناقدری ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے، یہ اللہ کی تخلیق کے حسن و جمال کی تخریب کاری اور کفار سے مشابہت ہے۔

داڑھی بڑھا کر اور مونچھیں کٹوا کر مشرکین کی مخالفت کرو:

☆۱ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خالفوا المشركين ووقروا اللّٰهَ وأحفوا الشّوارب .

”مشرکوں کی مخالفت کرو، یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو۔“

(صحیح بخاری: ۸۷۵/۲، ح: ۵۸۹۲، صحیح مسلم: ۱۲۹/۱، ح: ۲۵۹)

☆۲ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ان الفاظ میں بھی آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: اُنھیں الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللَّحْيَ . مونچھوں کو ختم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔“

(صحیح بخاری: ۸۷۵/۲، ح: ۵۸۹۳)

☆۳ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث ان الفاظ سے بھی مروی ہے:

خَالِفُوا الْمَشْرَكِينَ ، أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللَّحْيَ .

”مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔“ (صحیح مسلم: ۱۲۹/۱، ح: ۲۵۹/۵۴)

داڑھی رکھنا اور مونچھیں کاٹنا حکمِ رسول ہے:

☆۴ یہ الفاظ بھی ہیں: اَنَّهُ أَمَرَ بِأَحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَأَعْفَاءِ اللَّحْيَةِ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کاٹنے اور داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔“

(صحیح مسلم: ۱۲۹/۱، ح: ۲۵۹/۵۳)

داڑھی بڑھا کر مجوسیوں کی مخالفت کرو:

☆۵ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَزَّو الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللَّحْيَ ، خَالِفُوا الْمَجُوسَ .

”مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔“ (صحیح مسلم: ۱۲۹/۱، ح: ۲۶۰)

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے احادیث پر داڑھی کے وجوب کا باب قائم کیا ہے۔ (صحیح ابی عوانہ: ۱۳۴/۱)

داڑھی منڈانا مجوسیوں کا کام ہے:

☆۶ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَّهُمْ يَوْفُونَ سَبَالَهُمْ وَيَحْلِقُونَ لِحَاهِمَ ، فَخَالِفُوهُمْ .

”وہ (مجوسی) مونچھیں بڑھاتے اور داڑھیاں منڈاتے ہیں، تم ان کی مخالفت کرو۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۶/۸-۵۶۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۰۵۵، ۱۶۴۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۱/۱،

شعب الایمان للبیہقی: ۶۰۲۷، و سندہ صحیح)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۴۷۶) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

اس کا راوی معقل بن عبید اللہ الجزری ”موثق، حسن الحدیث“ ہے، اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ

اللہ علیہ لکھتے ہیں: بل هو عند اکثرین صدوق لا بأس به .

”لیکن وہ اکثر محمد شین کے نزدیک ”صدوق، لا باس بہ“ ہے۔“ (میزان الاعتدال للذہبی : ۱۴۶/۴)

شاہ ولی اللہ دہلوی الحنفی لکھتے ہیں: وقصّها أى اللّٰحية سنّة المجوس وفيه تغيير خلق اللّٰه. ”داڑھی کو منڈانا مجوسیوں کا طریقہ اور تخلیق الہی میں تبدیلی ہے۔“ (حجة الله البالغة : ۱۵۲/۱)

داڑھی بڑھا کر اور موچھیں کٹوا کر یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو:

☆ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فقلنا : يا رسول الله ! انّ أهل الكتاب يقصّون عثانينهم ويوقرون سبالهم ، فقال النّبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم : قصّوا سبالكم ووقّروا عثانينكم وخالفوا أهل الكتاب .

”ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اہل کتاب تو اپنی داڑھیاں کٹواتے اور موچھیں بڑھاتے ہیں، آپ نے فرمایا، تم اپنی موچھیں کٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔“

(مسند الامام احمد : ۲۶۴/۵ - ۲۶۵ ، وسندہ حسن)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔ (فتح الباری : ۱۰/۳۵۴)

داڑھی فطرتِ اسلام ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عشر من الفطرة : قصّ الشارب ، واعفاء اللّٰحية ، والسّواك ، واستنشاق الماء ، وقصّ الأظفار ، وغسل الرّاجم ، ونتف الأبط ، وحلق العانة ، وانتقاص الماء (الاستنجاء) ، قال زكريّا : قال مصعب : ونسيت العاشرة ألا أن تكون المضمضة .

”دس خصلتیں فطرتِ اسلامیہ میں سے ہیں: (۱) موچھیں کاٹنا، (۲) داڑھی کو چھوڑ دینا، (۳) مسواک کرنا، (۴) وضو کرتے وقت ناک میں پانی چڑھانا، (۵) ناخن کاٹنا، (۶) انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، (۷) بغل کے بال نوچنا، (۸) زیرِ ناف بال مونڈنا، (۹) استنجاء کرنا، راوی کا کہنا ہے کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی ہے، شاید کہ کلی کرنا ہو۔“ (صحیح مسلم : ۱۲۹/۱ ، ح : ۲۶۱)

داڑھی شعارِ اسلام ہے:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:



بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم جالسا اذ جاء رجل شديد سواد اللحية .  
 ”ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا، جس کی داڑھی گہری سیاہ  
 تھی۔۔۔ اس کے چلے جانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا  
 آپ کو معلوم ہے کہ وہ شخص کون تھا؟ عرض کی، نہیں، فرمایا:

ذاک جبریل ، اناکم یعلمکم دینکم . ”وہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔“

(صحیح ابن حبان : ۱۶۸ ، وسندہ صحیح)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک:

☆۱ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اگلے بال  
 اور داڑھی کے (کچھ) بال سفید ہو گئے تھے، جب آپ تیل لگاتے تو وہ سفیدی معلوم نہیں ہوتی تھی اور جب  
 بال بکھرے ہوئے ہوتے تھے تو سفیدی ظاہر ہوتی تھی، وکان کثیر شعر اللحية۔ آپ کی داڑھی مبارک  
 بہت گھنی تھی، ایک شخص نے کہا کہ آپ کا چہرہ اتوار کی طرح تھا، انہوں نے کہا، نہیں، بلکہ سورج اور اور چاند کی  
 طرح تھا، آپ کا چہرہ گول تھا، میں نے آپ کے کندھے کے پاس کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت دیکھی،  
 جس کا رنگ جسم مبارک کے رنگ کے مشابہ تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۴)

☆۲ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بالطويل ولا بالقصير ، ضخم الرأس واللحية .  
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بڑا تھا نہ چھوٹا، آپ کا سر مبارک بڑا اور داڑھی مبارک بھی  
 بڑی تھی۔“ (مسند الامام احمد : ۱/۹۶، ۱۲۷، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۶۰۲/۲) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی نے ”صحیح“ کہا ہے۔  
 اس کے راوی عثمان بن مسلم بن ہر مزم کو امام ابن حبان نے ”ثقة“ کہا ہے، امام حاکم نے اس کی حدیث  
 کی سند کی ”صحیح“ کی ہے، یہ بھی ”توثیق“ ہے، لہذا امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح مردود ہے۔

☆۳ ہشام بن حیش بن خویلد سے روایت ہے کہ امّ معبد کہتی ہیں: وفي لحيته كثافة .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔“ (المستدرک للحاکم : ۱۱، ۹/۳، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

☆۴ یزید الفارسی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس کا ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا، آپ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، ”شیطان میری مشابہت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا،“ تو اس شخص کی صفت بیان کر سکتا ہے، جس کو تو نے خواب میں دیکھا ہے؟ کہا، ہاں! درمیانے قد والا، گندمی رنگ سفیدی کی طرف مائل، آنکھیں بڑی بڑی گویا کہ سرمہ ڈالا ہوا ہو، خوبصورت مسکراہٹ اور شکل، گول چہرہ۔

قد ملأت لحیتہ مابین ہذہ الی ہذہ ، قد ملأت نحرہ .  
 داڑھی جو سینے کو بھرے ہوئے تھی، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے، اگر تو جاگتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو ان صفات کے سوا اور صفات بیان نہیں کر سکتا تھا۔“

(طبقات ابن سعد : ۴۱۷/۱ ، مصنف ابن ابی شیبہ : ۵۱۵، ۵۱۶/۱۱ ، مسند ابن ابی شیبہ (الاتحاف : ۸۵۰۷) ، مسند الامام احمد : ۳۶۱/۱-۳۶۲ ، مسند ابی یعلیٰ (الاتحاف : ۵۸۰۸) ، الشمائل للترمذی : ۳۹۳ ، ابن عساکر (السیرۃ النبویۃ : ۲۲۹/۱-۲۳۰) ، وسندہ حسن)

اس کا راوی یزید الفارسی ”حسن الحدیث“ ہے، اس کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا بأس بہ . ”اس میں کوئی حرج نہیں۔“ (الجرح والتعديل : ۲۹۴/۹)  
 امام ترمذی رحمہ اللہ (۳۰۸۶) ، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۳) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۲۱/۲) ، (۳۳۰) نے اس کی ایک حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے، یہ اس کی ”توثیق“ ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ پیشی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس کے راوی ثقہ ہیں۔“ (مجمع الزوائد : ۲۷۲/۸)

## صحابہ کرام کی داڑھیاں

کسی صحابی رسول سے داڑھی منڈانا قطعی طور پر ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ داڑھیاں رکھتے تھے، جیسا کہ شریحیل بن مسلم بیان کرتے ہیں:

رأیت خمسة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقيمون شواربهم ويعفون لحاهم ويصفرونها ، أبا أمامة الباهلي ، والحجاج بن عامر الشامي ، والمقدام بن معدی كرب ، وعبد الله بن مسعود المازني ، وعتبة بن عبد السلمي ، كانوا يقيمون مع طرف المشفة .

”میں نے پانچ صحابہ کرام کو دیکھا کہ وہ مونچھوں کو کاٹتے تھے اور داڑھیوں کو بڑھاتے تھے اور ان کو رنگتے تھے، سیدنا ابوامامہ الباہلی، سیدنا حجاج بن عامر الشمالی، سیدنا مقدم بن معدی کرب، سیدنا عبداللہ بن بسر المازنی، سیدنا عتبہ بن عبدالمسلمی، وہ سب ہونٹ کے کنارے سے مونچھیں کاٹتے تھے۔“

(المعجم الكبير للطبرانی: ۳۲۱۸، ۲۶۲/۱۲، مسند الشاميين للطبرانی: ۵۴۰، وسندہ حسن)

حافظ بیہقی فرماتے ہیں: واسنادہ جید۔ ”اس کی سند جید ہے۔“ (مجمع الزوائد: ۱۶۷/۵)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وأما شعر اللحية ففيه منافع، منها الزينة والوقار والهيبة، ولهذا لا يرى على الصبيان والنساء من الهيبة ما يرى على ذوى اللحية، ومنها التمييز بين الرجال والنساء.

”داڑھی کے کئی فوائد ہیں، مثلاً اس میں مرد کی زینت ہے اور اس کا وقار اور تعظیم ہے، اس سے اس کی ہیبت ظاہر ہوتی ہے، اس لیے بچوں اور عورتوں میں وہ ہیبت اور وقار دکھائی نہیں دیتا جو داڑھی والے مردوں میں موجود ہوتا ہے، نیز داڑھی سے مرد اور عورت کے درمیان فرق اور پہچان ہوتی ہے۔“

(التبيان في اقسام القرآن: ص ۲۳۱)

## فائدہ نمبر ۱ :

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انّ النّبي صلّى الله عليه وسلّم كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول و عرض سے کاٹتے تھے۔“

(جامع ترمذی: ۲۷۶۲، شعب الايمان للبيهقي: ۶۰۱۹)

## تبصرہ :

اس کی سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے، اس کے راوی عمر بن ہارون بنی کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (الجرح والتعديل: ۱۴۱/۶، وسندہ صحیح) نے ”کذاب“، امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (الجرح والتعديل: ۱۴۱/۶) نے ”ضعیف الحدیث“، امام نسائی رحمہ اللہ (اکمال لابن عدی: ۳۰/۵) نے ”متروک الحدیث“ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (الضعفاء والمتروکین: ۳۶۸) نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”یہ متروک ہے۔“ (التقريب: ۴۹۷۹)

حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ضعه الجمهور. ”اسے جمہور نے ضعف کہا ہے۔“

حافظ بیٹھی کہتے ہیں: ”وقد ضعفه أكثر الناس .“ ”اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(مجمع الزوائد : ۱/۲۷۳)

نیز کہتے ہیں: ”والغالب عليه الضعف ، وأثنى عليه ابن مهدي وغيره ، ولكن ضعفه جماعة كثيرة .“ ”اس پر ضعف غالب ہے ، امام ابن مہدی وغیرہ نے اس کی تعریف کی ہے ، لیکن اسے زیادہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“ (مجمع الزوائد : ۲/۹۸۸)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث پر جرح نقل کی ہے۔

(جامع ترمذی تحت حدیث : ۲۷۶۲)

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: ”هذا الحديث لا يثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .“

”یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔“ (العلل المتناہية : ۲/۹۷۱)

لہذا انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (فیض الباری : ۴/۳۸۰) کا اس کے راویوں کو ”ثقة“ قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

## فائدہ نمبر ۲ :

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً مجفل الرأس واللحية ، فقال : علی ما يشوّه أحدكم نفسه أمس ، قال : وأشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الى لحيته ورأسه يقول : خذ من لحيتك ورأسك .“

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا ، اس کا سر اور داڑھی پرانگندہ تھی ، آپ نے فرمایا ، کیوں تم میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو بد نما بناتا ہے ، آپ نے اپنی داڑھی اور سر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ، اپنی داڑھی اور سر کے بالوں سے کاٹ۔“ (شعب الایمان للبیہقی : ۲۰/۶۰)

## تبصرہ :

اس کی سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے ، اس میں ابو مالک عبد الملک بن الحسین النخعی ”متروک“ راوی

حافظ پٹشی کہتے ہیں: رواہ الطبرانی فی الأوسط عن شیخہ موسیٰ بن زکریا التستری و هو ضعیف .

”اسے طبرانی نے اپنے شیخ موسیٰ بن زکریا تستری سے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔“

(مجمع الزوائد : ۱۶۴/۵)

## داڑھی منڈانے کی خرابیاں :

☆۱ داڑھی منڈانا باعثِ لعنت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سَنَّةُ لَعْنَتِهِمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ.....وَالتَّارَكَ لِسَنَّتِي .

”چھ آدمیوں پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی (ان میں سے ایک ہے) میری سنت کو چھوڑ دینے والا۔“ (جامع ترمذی : ۲۱۵۴، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان (۵۷۴۹) اور امام حاکم (۵۲۵/۲) رحمہما اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

اس کے راوی عبد الرحمن بن ابی الموال کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہ مشہور ثقہ راوی ہے۔“ (المغنی : ۴۱۴/۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: من ثقات المدنيين . ”یہ ثقہ مدنی راویوں میں سے ہے۔“

(فتح الباری : ۱۸۳/۱۱)

اس کا دوسرا راوی عبید اللہ بن عبد الرحمن بن مہوب ”مختلف فیہ“ ہے، راجح قول کے مطابق وہ جمہور کے نزدیک ”حسن الحدیث“ ہے۔

یادر ہے کہ یہاں سنت سے مراد فرضی اور واجبی سنتیں، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنا، داڑھی رکھنا وغیرہ ہیں۔

اب جو بھی شخص داڑھی منڈائے گا، وہ اس فرمانِ نبوی کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا مستحق ہو جائے گا۔

☆۲ داڑھی منڈانا عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا موجبِ لعنت ہے، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من



”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ (صحیح بخاری: ۵۸۸۵)

☆ ۳ داڑھی منڈانا ہندوؤں، یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکوں کے ساتھ مشابہت ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ (روزِ قیامت) انہی من تشبہ بقوم فهو منهم .“

میں سے ہوگا۔“ (سنن ابی داؤد: ۴۰۳۱، مسند الامام احمد: ۵۰/۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۳/۵، شعب الایمان للبیہقی: ۱۱۹۹، وسندہ حسن)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سیر اعلام النبلاء: ۵۰۹/۱۵) نے اس کی سند کو ”صالح“، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۴۰/۱) نے ”جید“ اور حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخریج احادیث الاحیاء: ۲۶۹/۱) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

داڑھی منڈانا جب کافر اور باغی قوموں کا شعار ہے اور کفر کی رسم ہے تو کفار کے شعار اور ان کی رسومات کو اختیار کرنا کیونکر صحیح اور درست ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَبْغَضَ النَّاسُ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ: مَلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغِي فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، مُطْلَبٌ دَمَ امْرَأٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيَهْرِيْقَ دَمَهُ .

”اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین آدمی تین ہیں: (۱) حرم میں کج روی کرنے والا، (۲) اسلام میں کفر کی رسم تلاش کرنے والا اور (۳) کسی آدمی کا ناحق خون بہانے کا متلاشی۔“ (صحیح بخاری: ۶۸۸۲)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں لکھا تھا: وَيَاكُمْ وَالتَّعَمُّ وَزَى الْعِجَمِ .

”عیش پرستی اور عجیبوں کی وضع قطع اختیار کرنے سے بچو!“ (مسند علی بن الجعد: ۹۹۵، وسندہ صحیح)

☆ ۴ داڑھی منڈانا تمام انبیاء کی عملی طور پر مخالفت اور نافرمانی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ۶۳)

”جو لوگ اس (پیغمبر) کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان کو کوئی آزمائش یا دردناک

عذاب نہ آئے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: وجعل الذلّة والصغار على من خالف أمرى .  
”میرے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی جاتی ہے۔“

(مسند الامام احمد: ۵۰/۲، وسندہ حسن کما مر)

☆۵ داڑھی منڈانا تمام صحابہ، تابعین، ائمہ دین اور اولیاء اللہ کی مخالفت ہے، ارشاد الہی ہے:  
﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَ  
نُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء: ۱۱۵)

”اور جو شخص (راہ) ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلتا ہے، ہم اسے پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ پھرتا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بری ہے یہ جگہ ٹھکانے کے اعتبار سے۔“

☆۶ داڑھی منڈانے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی سنتوں، مثلاً وضو کرتے وقت خلال کرنے، داڑھی کوتیل لگانے، داڑھی کو نگکھی کرنے اور داڑھی کو رنگنے وغیرہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆۷ داڑھی منڈانے والا فاسق ہے اور داڑھی منڈا کر لوگوں کو اپنے فسق پر گواہ بناتا ہے۔

☆۸ داڑھی منڈانا ممنوع و حرام ہے اور فسق و فجور ہے، فسق و فجور کا اظہار گناہ ہے۔

☆۹ اس حرام کام کے لیے حجام کو اجرت دی جاتی ہے اور حرام کام پر اس کا تعاون کیا جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ (المائدہ: ۲)

”ایک دوسرے کا نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو، گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں پر تعاون نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔“

☆۱۰ داڑھی منڈانے پر پیسہ خرچ کرنا باطل اور معصیت میں خرچ کرنا ہے جو کہ فضول خرچی ہے، اس سے انسان شیطان کا بھائی بن جاتا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبَدِّرْ تَبَدِيرًا﴾ إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا

(بنی اسرائیل: ۲۷)

”فضول خرچی مت کرو، بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان ان سے

رب کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔“

☆۱۱ یہ پیسے اور وقت کا ضیاع ہے۔

☆۱۲ حجام کو داڑھی مونڈنے کا حکم دے کر برائی کا حکم دیا جاتا ہے۔

☆۱۳ داڑھی منڈا کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زینت کو قباحت میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ داڑھی منڈانے والا

آیتِ کریمہ ﴿فَلْيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ﴾ کے تحت اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔

☆۱۴ داڑھی منڈا کر زبانِ حال سے تخلیقِ الہی پر اعتراض کرتا ہے۔

☆۱۵ داڑھی منڈانے والا آئینہ دیکھتا ہے تو قبیح شرعی کو اپنے زعم میں حسین سمجھتا ہے اور یہ گناہ ہے۔

☆۱۶ اکثر داڑھی منڈانے والے وقار و تہذیب سے عاری ہوتے ہیں۔

☆۱۷ داڑھی منڈانے والا زبانِ حال سے یہ باور کراتا ہے کہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

خوبصورت نہ تھے، کیونکہ آپ کے چہرہ پر انوار پر داڑھی موجود تھی۔

☆۱۸ اکثر داڑھی منڈانے والے داڑھی والوں کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

☆۱۹ بسا اوقات داڑھی منڈانے والے داڑھی والے کو بکرا، چھیلا اور سکھ تک کہہ دیتے ہیں، یہ سنتِ

رسول کا استہزاء ہے جو کہ واضح کفر ہے۔

☆۲۰ غیر مسلم قومیں داڑھی منڈانے سے خوش ہوتی ہیں۔

☆۲۱ داڑھی منڈانے والا اذان اور اقامت نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس کا فتنی اعلانیہ ہے، یہ سعادت اور

اجرو ثواب سے محرومی ہے۔

☆۲۲ داڑھی منڈانے والا امامت کا اہل نہیں، کیونکہ وہ واضح فاسق ہے۔

☆۲۳ داڑھی منڈانے والا ہجڑوں جیسی شکل بنا کر اسلامی معاشرے کی عزت و وقار کو مجروح کرتا ہے۔

☆۲۴ داڑھی منڈانا مثلاً (شکل و صورت کا بگاڑ) ہے اور مثلاً ممنوع و حرام ہے۔

سیدنا عبداللہ بن یزید الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نہی النَّبِیُّ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّہْبِیِّ وَالْمَثَلَةِ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاکہ ڈالنے اور مثلاً کرنے سے منع فرما دیا ہے۔“

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **وَاتَّفَقُوا أَنَّ حَلْقَ جَمِيعِ اللَّحِيَةِ مِثْلَةٌ ، لَا تَجُوزُ .**  
**”امت کے علمائے کرام کا اتفاق و اجماع ہے کہ داڑھی منڈانا مثلاً ہے (شکل و صورت کا بگاڑ ہے)**

اور یہ جائز نہیں ہے۔ (مراتب الاجماع : ص ۱۵۷)

☆۲۵ داڑھی منڈانے والے کی اولاد اس گناہ کو گناہ نہیں سمجھتی، بلکہ اس میں ملوث ہو جاتی ہے۔

☆۲۶ داڑھی منڈانا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے رغبتی ہے، جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، وہ میرے

من رغب عن سنتي فليس مني .

طریقہ پر نہیں ہے۔“ (صحیح ابن خزيمة : ۱۹۷ ، وسندہ صحیح)

☆☆.....☆☆.....☆☆

ایمان میں کمی بیشی کے اسباب ابوسعید

ایمان میں کمی بیشی کے چار چار اسباب ہیں، ایمان میں زیادتی کے اسباب درج ذیل ہیں:

☆۱ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ذریعے اس کی معرفت حاصل کرنے سے ایمان بڑھ جاتا ہے۔

☆۲ اللہ تعالیٰ کی آفاقی و شرعی آیات میں غور و فکر بھی ایمان میں زیادتی کا موجب ہے۔

☆۳ کثرت سے نیک اعمال اور ان میں عمدگی پیدا کرنا بھی ایمان کو بڑھا دیتا ہے۔

☆۴ اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہوئے گناہوں کو چھوڑ دینا بھی ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔

ایمان میں کمی کے مندرجہ ذیل چار اسباب ہیں:

☆۱ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے اسماء کی معرفت سے اعراض۔

☆۲ آفاقی و شرعی آیات میں غور و فکر سے لاپرواہی، کیونکہ اس سے غفلت اور سنگدلی جنم لیتی ہے۔

☆۳ نیک اعمال کی کمی بھی ایمان میں کمی کا سبب بنتی ہے۔

☆۴ گناہوں کا ارتکاب بھی ایمان کو کم کر دیتا ہے۔

☆☆.....☆☆.....☆☆

## خطبہ جمعہ کے دوران آنے والا دو رکعتیں پڑھے گا۔

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

### دلیل نمبر ۱ :

عن جابر بن عبد اللہ قال : جاء سليك الغطفاني يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب ، فجلس ، فقال له ، يا سليك ! قم فاركع ركعتين ، و تجوز فيهما ، ثم قال : اذا جاء أحدكم ، يوم الجمعة ، والامام يخطب ، فليركع ركعتين ، وليتجوز فيهما .

”سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، سلیم غطفانی رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے سلیم! کھڑے ہو کر دو مختصر رکعتیں ادا کرو، پھر (لوگوں سے مخاطب ہو کر) فرمایا، جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن امام کے خطبے کے دوران آئے تو دو مختصر رکعتیں پڑھے پھر بیٹھے۔“ (صحیح البخاری: ۱۱۶۶، صحیح مسلم: ۸۷۵، واللفظ لہ)

### دلیل نمبر ۲ :

عن عياض أن أبا سعيد الخدري دخل يوم الجمعة ومروان يخطب فقام يصلي ، فجاء الحرس ليجلسوه فأبى حتى صلى ، فلما انصرف أتيناها فقلنا : رحمك الله ان كادوا ليقعوا بك ، فقال : ما كنت لأتركهما بعد شيء رأيت من رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ثم ذكر أن رجلا جاء يوم الجمعة في هيئة بدّة والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة فأمره فصلّي ركعتين والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب .

”عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ والے دن مروان کے خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہوئے، آپ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی، سپاہی آپ کو بٹھانے کے لئے آئے، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور نماز پڑھی، جب آپ فارغ ہو گئے تو ہم آپ کے پاس آئے اور عرض کی، اللہ آپ پر رحم فرمائے! یقیناً وہ سپاہی (آپ کے انکار کے باعث) آپ پر حملہ کر دیتے، آپ نے فرمایا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں آنے والے واقعہ کو دیکھنے کے بعد کسی صورت میں بھی ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑ سکتا، پھر آپ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران ایک آدمی پراگندہ حالت



میں داخل ہوا، آپ نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران دو رکعتیں ادا کیں۔“ (جامع ترمذی: ۵۱۱، مسند حمیدی: ۳۲۶-۳۲۷، سنن کبریٰ بیہقی: ۱۹۴/۳، الاوسط لابن المنذر: ۹۶/۴، ح: ۱۸۴۳، مسند دارمی: ۱۵۹۳، وسندہ صحیح)

اس روایت کو امام ابن خزیمہ (۱۸۳۰) اور امام ابن حبان (۲۵۰۵) رحمہما اللہ نے ”صحیح“ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

امام عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كان الحسن يحيى والامام يخطب فيصلى ركعتين .

”امام حسن بصری رحمہ اللہ دوران خطبہ تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے تھے۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱/۲، ح: ۵۱۶۵، وسندہ صحیح)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انما فعل الحسن اتباعاً للحديث ، وهو روى عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم هذا الحديث .

”بلاشبہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے حدیث کی اتباع میں یہ کام کیا ہے، انہوں نے ہی جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے۔“ (جامع ترمذی تحت حدیث: ۵۱۱)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (م ۱۹۸ھ) جو کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے راوی ہیں، خطبہ جمعہ کے دوران آنے پر دو رکعت ادا کر کے بیٹھتے تھے اور دوسروں کو اس کا حکم بھی دیتے تھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

قال ابن عمر: كان سفیان بن عیینہ یصلی ركعتین اذا جاء والامام یخطب وکان یامر به ”محمد بن یحییٰ بن ابی عمر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جب امام کے خطبہ جمعہ کے دوران آتے تو دو رکعت ادا فرماتے تھے، نیز اس کا حکم بھی دیتے تھے۔“ (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱)

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ امام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المقرئ رحمہ اللہ (م ۲۱۳ھ) کا بھی یہی خیال تھا۔ (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والقول الأول أصح .

”پہلا قول (خطبہ کے دوران دو رکعت ادا کرنا) رائج ہے۔“ (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱)

امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے۔ (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱، وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱، مسائل احمد لابنہ عبد اللہ: ۱۲۲)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱)

عن أبی مجلز قال : اذا جئت والامام یخطب یوم الجمعة فان شئت رکعت رکعتین وان شئت جلست .

”امام ابو مجلز تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب آپ جمعہ کے خطبہ کے دوران آئیں تو اگر چاہیں، دو رکعات ادا کر لیں اور اگر چاہیں تو بیٹھ جائیں۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۶۶، ۱۱/۲، وسندہ صحیح)

امام ابو مجلز کی بات کا دوسرا جزئی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے موافق نہیں، لہذا ان کی یہ بات قابل قبول نہیں۔

**فائدہ :**

☆ امام ترمذی رحمہ اللہ ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

لأن ابن عمر هو روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وهو أعلم بمعنى ما روى .  
”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے اور وہی اپنی روایت کے مفہوم کو بخوبی جانتے ہیں۔“ (جامع ترمذی: تحت حدیث: ۱۲۴۵)

☆ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: الصّحابی الراوی أعلم بالمقصود .

”حدیث کو روایت کرنے والے صحابی اپنی روایت کے مقصود کو سب سے بڑھ کر جاننے والے ہوتے ہیں۔“ (عمدة الفاری: ۱۶/۴)

☆ مشہور غیر اہلحدیث جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب لکھتے ہیں:

”اور یہ بات باقرامبارکپوری صاحب اپنے مقام پر آئے گی کہ راوی حدیث خصوصاً جبکہ صحابی ہو، اپنی مروی حدیث کی مراد کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔“ (احسن الکلام: ۲۶۸/۱)

رسول اکرم سے خطبہ کے دوران دو رکعت نماز کے حکم کو بیان کرنے والے صحابی سیدنا ابوسعید خدری رضی

اللہ عنہ سے آپ کی وفات کے بعد مروان کے دور حکومت میں خطبہ کے دوران دو رکعت پڑھنا، ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں۔

محدثین تو مانتے ہی ہیں، اب دیوبندی اصول کے مطابق بھی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا عمل خصوصاً اور امام حسن بصری و سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ کا عمل عموماً اس حدیث سے سلیک رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی ہر آدمی سے، جو خطبہ جمعہ کے دوران آتا ہے، دو رکعت نماز ادا کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

## یہ حدیث محدثین کی نظر میں:

اب ہم محدثین کرام کے ارشادات کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا جائزہ لیتے ہیں، کیونکہ محدثین اپنی روایات کو مقلدین سے بہتر جانتے ہیں اور بقول جناب سرفراز خاں صفدر صاحب اس روایت کو بیان کرنے والے محدثین خصوصاً سہمی عموماً تو اپنی روایات کو دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے ہیں۔  
امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) اس حدیث پر یوں باب قائم فرماتے ہیں:

باب الأمر بتطويع ركعتين عند دخول المسجد وان كان الامام يخطب خطبة الجمعة ، ضد قول من زعم أنه غير جائز أن يصلي داخل المسجد والامام يخطب .  
”امام جمعہ کا خطبہ بھی دے رہا ہو تو مسجد میں داخل ہونے والے کو دو نفل پڑھنے کا حکم کا بیان، بخلاف اس شخص کے جو امام کے خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے اس کو ناجائز قرار دیتا ہے۔“

(صحیح ابن خزیمہ باب : ۹۱ ، ح : ۱۸۳۰)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ (م ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

يصلي اذا دخل والامام يخطب ركعتين خفيفتين صلى في منزله أو لم يصل ، لأن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بذلك الدّاخل في المسجد وأمره على العموم .  
”امام کے خطبہ کے دوران کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعت نماز ادا کرے گا، خواہ اس نے گھر میں نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، کیونکہ نبی نے مسجد میں داخل ہونے والے کو بالعموم یہ حکم دیا ہے۔“

(الاوسط لابن المنذر : ۹۴/۴ تحت حدیث : ۵۳۵)

امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی رحمہ اللہ (۱۸۱-۲۵۵ھ) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کا اس پر عمل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (م ۴۵۶ھ) کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

ومن دخل يوم الجمعة والامام يخطب فليصل ركعتين قبل أن يجلس .

”جو جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آئے اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کر لے۔“

(المحلی لابن حزم: ۶۸/۵، مسئلہ: ۵۳۱)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نقول و نأمر من دخل المسجد والامام يخطب ، والمؤذن يؤذن ، ولم يصل ركعتين ، أن

يصليهما و نأمر أن يخففهما ، فإنه روى في الحديث أن النبي أمر بتخفيفهما

”ہم یہی کہتے ہیں اور حکم بھی دیتے ہیں کہ جو شخص خطبہ جمعہ یا اذان کے دوران مسجد میں داخل ہو، اس

نے دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے، نیز ہم اسے مختصر پڑھنے کا حکم دیں گے، کیونکہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ان کو مختصر کرنے کا حکم فرمایا تھا۔“ (الام: ۲۲۷/۱)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذه الأحاديث كلها صريحة في الدلالة لمذهب الشافعي وأحمد وإسحاق وفقهاء

المحدثين أنه إذا دخل الجامع يوم الجمعة والامام يخطب استحَبَّ أن يتجوز فيهما ليسمع

بعدهما الخطبة وحكى هذا المذهب أيضا عن الحسن البصري وغيره من المتقدمين .

”یہ ساری کی ساری احادیث امام شافعی، احمد، اسحق رحمہم اللہ اور فقہاء محدثین کے مذہب پر صریح دلالت

کرتی ہیں، جو شخص دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو، اس کے لئے دو رکعت بطور تحیۃ المسجد مستحب ہیں، ان کو ادا

کئے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے، ان دو رکعتوں میں اختصار سے کام لینا بھی مستحب ہے، تاکہ ان کے بعد خطبہ سنا جا

سکے، یہی مذہب امام حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ متقدمین ائمہ سے منقول ہے۔“ (شرح مسلم للنووی: ۲۸۷/۱)

**تنبیہ:**

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں:

”امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم ص ۸۲ ج ۱ میں لکھتے ہیں: وقال الملك والليث وابو

حنيفة والثوري و جمهور السلف من من الصحابة والتابعين لا يصلوها وهو مروي عن عمر و

عثمان و علي رضي الله عنهم اجمعين و حجتهم الامر بالا نصات للامام ---

جناب دیوبندی صاحب کی دیانت علمی کا اندازہ لگائیں، دلائل و براہین سے تہی دست ہو کر تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے قاضی عیاض کی یہ عبارت حافظ نووی رحمہ اللہ کے ذمہ تھوپ دی، جبکہ حافظ نووی رحمہ اللہ کا واضح موقف ہم ذکر کر چکے ہیں۔

جہاں تک قاضی عیاض کی عبارت کا تعلق ہے تو یہ سراسر باطل اور مردود ہے، جمہور تو درکنار کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہے کہ دوران خطبہ آنے والا دو رکعت نہ پڑھے، بلکہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول مرثیہ کے لئے تیار ہو گئے، مگر دوران خطبہ دو رکعتیں نہیں چھوڑیں، جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

ويقضى العجب من الشيخ النووي كل العجب حيث حكى عن القاضي عياض أنه هو مذهب الجمهور من الصحابة والخلفاء والراشدين .

”یہ بہت ہی تعجب کی بات کہ ہے امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کر دیا ہے کہ یہی جمہور صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کا مذہب ہے۔“ (فیض الباری از انور شاہ کشمیری: ۳۳۸/۲)

مقلدین کو چاہیے کہ وہ اپنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے باسند صحیح دوران خطبہ ان دو رکعتوں کی ممانعت ثابت کریں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ اس مسئلہ میں ابوحنیفہ کے مقلد نہیں ہیں۔  
ہمارا دعویٰ ہے کہ تقلید پرستوں کے پاس اس مسئلہ میں کوئی ضعیف روایت بھی نہیں ہے۔

## مانعین کے دلائل:

### دلیل نمبر ۱ :

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں:

”بخاری ص ۱۲۱ ج ۱، مسلم ص ۲۸۳ ج ۱ اور موارد النظم ان ص ۱۲۸ میں ہے، واللفظ للبخاری یصلی ما کتب له ثم ینصت اذا تکلم الامام ، الحدیث، اور موارد النظم ان میں یہ لفظ ہیں: ثم رکع ما شا اللہ ان یرکع ثم انصت اذا خرج امامه . اس صحیح روایت سے پتا چلا کہ امام کے خطبہ سے پہلے تو نماز پڑھ سکتا ہے لیکن اذا تکلم الامام کے بعد گنجائش نہیں ہے۔ (خزائن السنن: ۱۷۰/۲)

**جواب :**

**اولاً:** سرفراز صاحب کی مشارالیه روایت کے مکمل الفاظ ملاحظہ ہوں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : من اغتسل ثم أتى الجمعة فصلّى ما قدر له ثم أنصت حتى يفرغ من خطبته ثم يصلّي معه غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرى و فضل ثلاثة أيام .

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، جو شخص غسل کرتا ہے، پھر جمعہ میں حاضر ہوتا ہے، جتنی اللہ توفیق دے نماز ادا کرتا ہے، پھر (امام کے) خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہتا ہے، پھر اس کے ساتھ (جمعہ کی) نماز ادا کرتا ہے، اس کے پچھلے جمعہ سے اب تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، ساتھ ساتھ تین دنوں کے گناہ مزید معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

غور فرمائیں کہ سرفراز صدر صاحب نے کج فہمی یا محض تعصب کی وجہ سے اس روایت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ ہمارا نزاع دوران خطبہ آنے والے شخص کے بارے میں ہے، نہ کہ امام کے آنے سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ جانے والے آدمی کے بارے میں۔

جو آدمی امام سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ کر نوافل ادا کر رہا ہے، اس کے بارے میں تو ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ وہ نوافل پڑھنا بند کر کے امام کا خطبہ سنے گا، اس روایت کو پیش کر کے صدر صاحب نے کوئی علمی پہاڑ سر نہیں کیا بلکہ اس سے تو صرف اس مسئلہ میں ان کی بے بسی ظاہر ہوئی ہے۔

**ثانیاً:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان اذا جاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين کے بعد ان دو رکعتوں سے روکنے والے پر لازم ہے کہ وہ دوران خطبہ خاص ان دو رکعتوں کی ممانعت میں کوئی صریح دلیل پیش کرے، ہاں تو ہر ہانک (۱) کنتم صریح!

**ثالثاً:** ثم ينصت اذا تكلم الامام سے دوران خطبہ دو رکعتوں کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ دو رکعتیں انصات کے خلاف نہیں، آپ کے اقوال آپس میں متعارض نہیں ہو سکتے۔

خود احناف بھی تو اسے انصات کے خلاف نہیں سمجھتے، جب کوئی آدمی قرآن سنے تو اسے انصات کا حکم ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ احناف کے ہاں صبح کی نماز میں دوران قرأت آنے والا بھی جلدی سے دو رکعت نفل ادا کر سکتا ہے، کیا صدر صاحب کو یہاں انصات کا خیال نہیں رہا؟

**دلیل نمبر ۲ :**

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں:

”مجمع الزوائد ص ۱۷۱ ج ۲ میں روایت ہے: عن نيشة الهذليّ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فان

لم یجد الامام خرج صلی ما بداله وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وأنصت ، الحدیث ، علامہ بیٹھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رواہ أحمد و رجالہ رجال الصّحیح خلا شیخ أحمد و هو ثقہ .

(خزائن السنن : ۱۷۰/۲)

## جواب :

**اولاً :** صفدر صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ صرف علامہ بیٹھی رحمہ اللہ کا قول رجالہ رجال الصّحیح نقل کرنے سے روایت صحیح نہیں ہو جائے گی ، کیونکہ اصول حدیث میں کسی روایت کی صحت کے لئے صرف راویوں کا ثقہ ہونا کافی نہیں ، بلکہ اتصال سند بھی ضروری ہے ، جس سے آپ بہت گریزاں ہیں ، ذرا عطاء الخراسانی جو کہ ”حسن الحدیث“ راوی ہیں ، ان کا پیشہ الہذلی رضی اللہ عنہ سے سماع تو ثابت کریں ، اس روایت میں دو علتیں ہیں:

☆۱ عطاء الخراسانی رحمہ اللہ مدلس اور کثیر الارسل راوی ہیں ، یہاں سماع کی صراحت نہیں مل سکی۔

☆۲ ان کا پیشہ الہذلی رضی اللہ عنہ سے تو کجا کسی بھی صحابی سے سماع سرے سے ہی ثابت نہیں۔

(تقریب التہذیب)

**ثانیاً :** صفدر صاحب نے علامہ بیٹھی رحمہ اللہ کا رجالہ رجال الصّحیح کہنا بلا تکلف نقل کر دیا ہے ، یہ بھی ان کی خطا یا تغافل ہے ، کیونکہ عطاء الخراسانی رحمہ اللہ صحیح بخاری کے راوی نہیں ہیں ، جیسا کہ فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ نے توضیح الکلام ص ۱۷۲ ج ۲ میں محقق و مدلل بحث سے ثابت کر دیا ہے ، شائقین مراجعت فرما کر مستفید ہوں۔

☆۳ جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب لکھتے ہیں:

”جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ آنے والے کا نام سلیک عطفانی تھا، یہ شخص بڑا فقیر اور خستہ حال تھا، آپ لوگوں سے اس کے لئے چندہ مانگنا چاہتے تھے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ اٹھ کر دو رکعت پڑھ، مطلب یہ تھا کہ لوگ اس کی خستہ حالی کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں، چنانچہ نسائی ص ۱۵۸ ج ۱ میں روایت ہے: جاء رجل

..... (خزائن السنن : ۱۷۰/۲ - ۱۷۱)

اولاً: ہم صفر صاحب سے یہ پوچھنے کی جسارت کریں گے کہ جمہور کون ہیں؟ کیا سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سفیان بن عیینہ، حسن بصری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام ترمذی، امام بخاری، امام مسلم، شیخ بخاری عبداللہ بن یزید المقری، امام ابن خزیمہ، امام ابن المنذر، امام دارمی، علامہ ابن حزم اور امام ابن حبان رحمہم اللہ کے مقابلے میں امام ابن سیرین، امام سفیان ثوری اور عروہ رحمہم اللہ جمہور کہلائیں گے؟ ہم پچھلے صفحات میں ثابت کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سے بسند صحیح ان دور کعتوں کی ممانعت ثابت نہیں، نیز جمہور صحابہ تو درکنار کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی۔

☆ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کَلَّ مَنْ نَقَلَ عَنْهُ يَعْنِي مِنَ الصَّحَابَةِ مَنَعَ الصَّلَاةَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ مَحْمُولٌ عَلَى مَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمَسْجِدِ لِأَنَّهُ لَمْ يَقْعَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ التَّصْرِيحُ بِمَنْعِ التَّحِيَّةِ وَقَدْ وَرَدَ فِيهَا حَدِيثٌ يَخْصُّهَا فَلَا يَتْرَكَ بِالْإِحْتِمَالِ .

”جن صحابہ سے حالت خطبہ میں نماز سے روکنا منقول ہے وہ مسجد میں پہلے سے موجود لوگوں کے بارے میں ہے، کیونکہ کسی ایک صحابی سے بھی ان دور کعتوں کا بطور تحیۃ المسجد صراحتاً ممنوع ہونا ثابت نہیں، اس بارے میں خصوصاً ایک حدیث بھی آگئی ہے، لہذا اسے احتمالاً ترک کرنا درست نہیں۔“

(فتح الباری: ۱۱۴/۲، تحفۃ الاحوذی: ۱/۳۶۴)

لہذا صفر صاحب کی اس کاوش کو تحقیق کا نتیجہ تو نہیں کہا جاسکتا، البتہ تقلید کا شاخسانہ ضرور قرار دیا جائے گا

**ثانیاً:** اپنی تاویل کی دلیل میں انہوں نے جو روایت بحوالہ نسائی پیش کی ہے، اس کے راوی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، اور جناب ہی کے بقول صحابی راوی خصوصاً اپنی روایت کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے، لہذا جب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس روایت کا حکم ہر شخص کے لئے عام سمجھتے ہیں، تو ایک مقلد کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کی مخالفت کر کے اس کو خاص کر دے؟

سنن نسائی کی اس روایت کا فہم کم از کم امام نسائی رحمہ اللہ سے ہی لے لیتے تو صفر صاحب کی کچھ تسلی ہو جاتی، امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت سے دوران خطبہ دو رکعت سے ممانعت ثابت نہیں کی بلکہ خطبہ جمعہ کے دوران صدقہ کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنے کا جواز ثابت کیا ہے اور اس سے آٹھ روایات پیچھے آئیں تو معلوم ہو



گا کہ امام موصوف نے خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنا جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے ثابت کیا ہے، حدیث کے فہم میں محدثین کی بات معتبر ہے یا مقلدین کی؟

موارد الظمان کے حوالہ سے جو روایت صفدر صاحب نے پیش کی ہے کہ اربع رکعتین ولا تعودن لمثل هذا، اس کی سند میں وہی محمد بن اسحاق بن یسار ہے، جس کے بارے میں صفدر صاحب نے (احسن الکلام) میں لکھا ہے کہ اسے ۹۰ فیصد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور کذاب تک جرح نقل کی ہے، ہمارا سوال ہے کہ ایسے راوی کی روایت بطور تائید پیش کرتے ہوئے شرم نہ آئی؟

دوسری بات یہ ہے ولا تعودن لمثل هذا سے مراد کون سا کام ہے؟ کاش کہ صفدر صاحب آگے بھی پڑھ لیتے! اس کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

قوله : لا تعودن لمثل هذا أراد الإبطاء في المجيء الى الجمعة ، لا الركعتين اللتين أمر بهما ، والدليل على صحة هذا خبر ابن عجلان الذي تقدم ذكرنا له أنه أمره في الجمعة الثانية أن يركع ركعتين مثلهما .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے آپ کی مراد جمعہ میں دیر سے آنا ہے، نہ کہ وہ دو رکعتیں جن کا اسے حکم دیا گیا تھا، اس بات کی تائید ابن عجلان کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں، کہ آپ نے اسے دوسرے جمعہ میں بھی اسی طرح دو رکعتیں ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔“

(صحیح ابن حبان: ۳۵۰/۶ تحت حدیث: ۲۵۰۴)

شارح بخاری جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

بل هو نهى عن الإبطاء عن الجمعة وحضوره في وقت الخطبة حتى لزمه امساكها .  
 ”(احناف نے اسے دو رکعت سے ممانعت پر محمول کیا ہے، ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ تو جمعہ میں لیٹ آنے سے منع کیا گیا ہے، صحابی مذکور نے خطبہ میں لیٹ آنا مستقل معمول بنالیا تھا۔“ (فیض الباری: ۳۴۱/۲)

تیسری بات یہ ہے کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل مبارک کے پیش نظر آپ بھی دوران خطبہ ایسے آدمی کو دو رکعت ادا کرنے کا حکم دیں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو آپ کا مذہب باطل، کیونکہ دوران خطبہ دو رکعت کا جواز خود بخود ثابت ہو جائے گا، لیکن اگر جواب نفی میں ہے، تو اس حدیث میں آپ کا کیا حصہ؟ اگر آپ اس پر عمل نہیں کر سکتے تو واضح ہے کہ آپ نے اپنی تقلید ناسد کو بچانے کے لئے احادیث کو

تروڑنے مروڑنے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے، اور کسی طرح سے بھی حدیث کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

## صفر صاحب کی بد اعتقادی :

جناب محمد سر فراز خاں صفر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں :

”ان روایات سے پتا چلا کہ یہ ایک مخصوص واقعہ تھا، ضابطہ اور قاعدہ نہ تھا، بعض راویوں نے اس کو ضابطہ کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔“ (خزائن السنن : ۱۷۱/۲)

کبرت کلمة تخرج من أفواههم ان يقولون ألا كذبا .

”ان روایات“ کی وضاحت ہم کر چکے ہیں، ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوا۔ تقلید اتنی مہلک بیماری ہے کہ اس کا مریض انکار حدیث تک جا پہنچتا ہے، صفر صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذخیرہ حدیث کی ان کے ہاں کیا وقعت ہے؟ یہ تو ایک روایت ہے، جس پر طبع آزمائی کرنے سے صفر صاحب کی عقل نارسا اس باطل نتیجے پر پہنچی ہے، نامعلوم اور کتنی احادیث ہوں گی جن کو نبی سے سننے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے راویوں نے اپنی مرضی سے ضابطہ کی شکل میں پیش کر دیا ہوگا؟ اعاذنا اللہ من هذه الهفوات .

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فروعی مسائل بیان کرنے والے کذاب اور خبیث راویوں کی روایات پر اندھا اعتماد اور دین کا انحصار ہے، لیکن افسوس کہ بالاتفاق ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیث نبوی پر اتنی بد اعتقادی اور بد اعتقادی! تلک اذا قسمۃ ضیعی .

در اصل یہ انکار حدیث کی ایک غیر مرئی شکل ہے، صفر صاحب کو چاہیے کہ وہ علی الاعلان حدیث نبوی سے برائت کا اظہار کر دیں، یوں حیلے بہانوں سے اس کے چہرے کو کیوں مخدوش کرتے ہیں؟

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہو

صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

قارئین! خود اندازہ فرمائیں کہ حدیث نبوی کے بارے میں ایسے خیالات کے حامل لوگ دین کے کتنے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟ نیز

یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟؟؟

☆☆.....☆☆.....☆☆

## نزول عیسیٰ علیہ السلام پر احادیث صحیحہ و متواترہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں، ائمہ محدثین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

☆۱ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لتواترت الأخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
أنہ قال: ينزل عيسى ابن مريم فيقتل الدجال .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا، عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، پھر دجال کو قتل کریں گے۔“ (تفسیر طبری: ۲۹۱/۳)

☆۲ قاضی عیاض رحمہ اللہ (م ۵۴۴ھ) کہتے ہیں:

نزول عيسى عليه السلام وقتله الدجال حق وصحيح عند أهل السنة للأحاديث الصحيحة في ذلك وليس في العقل والشرع ما يبطله، فوجب اثباته .

”سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور ان کا دجال کو قتل کرنا اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس سلسلہ میں وارد احادیث صحیحہ کی بنا پر حق اور صحیح ہے، عقلی و شرعی اعتبار سے ایسی کوئی دلیل نہیں جو اس عقیدے کو باطل قرار دے، لہذا اس کا اثبات واجب اور ضروری ہے۔“ (شرح صحیح مسلم از نووی: ۴۰۳/۲)

☆۳ مشہور نحوی اور مفسر ابو حیان اندلسی کہتے ہیں: وأجمعت الأمة على ما تضمنته الحديث المتواتر من أن عيسى عليه السلام في السماء حتى وأنه ينزل في آخر الزمان .

”متواتر حدیث کی رو سے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔“ (تفسیر البحر المحیط لابی حیان: ۴۷۳/۲)

☆۴ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقد تواترت الأحاديث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه أخبر بنزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيامة اماما عادلا وحكما مقسطا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ قیامت سے پہلے امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے آئیں گے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۵۳۰/۵)

نیز فرماتے ہیں: فهذه أحاديث متواترة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ احادیث متواتر ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۴۲۳/۲)

☆۵ محمد بن جعفر الکتانی (م ۱۳۴۵ھ) لکھتے ہیں: وقد ذکرُوا أَنَّ نزول سَيِّدِنَا عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثابت بالكتاب والسَّنة والاجماع..... والحاصل أَنَّ الأحاديث الواردة في المهدى المنتظر وكذا الواردة في الدجال وفي نزول سَيِّدِنَا عِيسَىٰ ابن مريم عليهما السَّلَام .

”علمائے اسلام نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، خلاصہ کلام یہ کہ امام مہدی منتظر، خروج دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث متواتر ہیں۔“

(نظم المتناثر من الحديث المتواتر للكتاني: ص ۱۴۷)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لَأَنَّهُ الْمَقْصُودُ مِنْ سِيَاقِ الْآيِ فِي تَقْرِيرِ بَطْلَانِ مَا أَدَّعَتْهُ الْيَهُودُ مِنْ قَتْلِ عِيسَىٰ وَصَلْبِهِ ، وَتَسْلِيمِ مَنْ سَلَّمَ لَهُمْ مِنَ النَّصَارَى الْجَهْلَةَ ذَلِكَ ، فَأَخْبَرَ اللَّهُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنِ الْأَمْرُ كَذَلِكَ ، وَأَمَّا شَبَهَ لَهُمْ ، فَقَتَلُوا الشَّيْبَةَ وَهُمْ لَا يَتَيَّنُونَ ذَلِكَ ، ثُمَّ أَنَّهُ رَفَعَهُ إِلَيْهِ وَأَنَّهُ بَاقٍ حَيٌّ ، وَأَنَّهُ سَيَنْزِلُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ .

”(عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں)، کیونکہ یہودیوں کے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور سولی دینے کے دعوے اور بعض جاہل عیسائیوں کے اس کو مان لینے کے رد میں نازل ہونے والی آیات کے سیاق سے یہی مراد ہے، پھر اللہ نے خبر دی ہے کہ معاملہ ایسے نہیں تھا، ان پر تو معاملہ متشابہ کر دیا گیا تھا، چنانچہ انہوں نے (عیسیٰ علیہ السلام کے) ہم شکل آدمی کو بغیر تحقیق کے قتل کر دیا، پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، آپ زندہ باقی ہیں، عنقریب قیامت سے قبل آپ آسمانوں سے اتریں گے، جیسا کہ متواتر احادیث بتاتی ہیں۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۴۱۳/۲)

احادیثی دلائل:

## دلیل نمبر ۱ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا ، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ

الْخَنزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُفِيضُ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرَ مَنْ

الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَقَرُّوْا اِنْ شِئْتُمْ : ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ (النساء: ۱۵۹)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میری جان ہے، عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام عادل و منصف بن کر نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے اور اتنا مال و دولت بہائیں گے کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا، اس وقت ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا، پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں، اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تائید میں) یہ آیت پڑھ لو:

﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ (النساء: ۱۵۹)

”(نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لائے گا آپ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) پر آپ کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے)۔“

(صحیح بخاری: ۴۹۰/۲، ح: ۳۴۴۸، صحیح مسلم: ۸۷/۱، ح: ۱۵۵)

## دلیل نمبر ۲ :

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يَقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، قَالَ : فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَيَقُولُ أَمِيرَهُمْ : تَعَالَى ، صَلِّ بَنَّا ! فَيَقُولُ : لَا ، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ ، تَكْرِمَةُ اللَّهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ .

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا، فرمایا، عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس طائفہ (گروہ) کے امیر (امام مہدی) کہیں گے، آئیے، ہمیں نماز پڑھائیے، آپ فرمائیں گے، نہیں، آپ لوگ ایک دوسرے کے امیر و امام ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر اعزاز و اکرام ہے۔“ (صحیح مسلم: ۸۷/۱، ح: ۱۵۶)

## دلیل نمبر ۳ :

سیدنا نواہس بن سمان کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضْعَا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنَحَةِ مَلِكَيْنِ .

”اس وقت میں جب وہ (امام مہدی) اس طرح ہوں گے (دجال سے برسرِ پیکار ہوں گے) یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو (آسمان سے) بھیجے گا، وہ دوزد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہوں گے اور دوفرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق میں سفید مینار پر اتریں گے۔“ (صحیح مسلم: ۴۰۱/۲، ح: ۲۹۳۷)

یہ حدیث بین دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، قیامت کے قریب اتریں گے۔

## دلیل نمبر ۴ :

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُخْرِجُ الدَّجَالَ فِي أُمْتِي، فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ، فَيَهْلِكُهُ.....

”میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس تک رہے گا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال، اسی دور میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو (آسمان سے) بھیجے گا، ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (صحابی رسول رضی اللہ عنہ) سے ملتا جلتا ہوگا، آپ اس (دجال) کا تعاقب کریں گے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔“ (صحیح مسلم: ۴۰۳/۳، ح: ۲۹۴۰)

## دلیل نمبر ۵ :

سیدنا ثؤ اس بن سمرعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يَدْرِكَهٖ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ.

”عیسیٰ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے حتیٰ کہ لُد (Lydda) کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔“ (صحیح مسلم: ۴۰۱/۲، ح: ۲۹۳۷)

## دلیل نمبر ۶ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِذَا جَاءُوا بِالشَّامِ خَرَجَ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَعْدُونَ لِلْقِتَالِ، يَسْوُونَ الصَّفُوفَ، إِذَا أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَأَاهُ عَدُوُّ اللَّهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمَلْحُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهٖ لَأَنْذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ، وَلَكِنْ يَقْتُلُهُ اللَّهُ بِيَدِهِ، فَيَرْيَهُمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ.

”جب (مسلمان) ملک شام پہنچیں گے تو دجال نکل آئے گا، جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے

صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی تو عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نازل ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پکھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر آپ اس کو چھوڑ بھی دیں تو وہ پکھل کر ہلاک ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون ان (لوگوں) کو دکھائے گا۔“

(صحیح مسلم: ۳۹۲/۲، ح: ۲۸۹۷)

## فائدہ :

یہ حدیث دلیل نمبر ۲ سے ظاہراً متعارض معلوم ہوتی ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھانے سے انکار کر دیں گے، جبکہ اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ خود نماز پڑھائیں گے۔  
امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عیسیٰ علیہ السلام کے نماز پڑھانے سے یہ ہے کہ آپ امامت نماز کا حکم دیں گے، کیونکہ اہل عرب فعل کا انتساب جس طرح کام کرنے والے کی طرف کرتے ہیں، اسی طرح اس کا حکم دینے والے کی طرف بھی کر دیتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

## دلیل نمبر ۷ :

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
وانہ سیظهر علی الأرض کلہا الا الحرم و بیت المقدس ، وانہ یحصر المؤمنین فی بیت المقدس ، فیتزلزلون زلزالا شديدا ، فیصبح فیہم عیسیٰ ابن مریم ، فیہزمہ اللہ و جنودہ .  
”دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین پر قابض ہو جائے گا اور مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کر دے گا، اس وقت لوگوں کے اندر شدید زلزلہ کی سی کیفیت ہوگی اور صبح کے وقت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دجال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔“

(المستدرک للحاکم: ۳۳۱/۱، وسندہ حسن)

اس حدیث کا راوی ثعلبہ بن عباد العبدي ”حسن الحدیث“ ہے، امام ابن خزیمہ (۱۳۹۷)، امام ابن حبان (۲۸۵۶)، امام ترمذی (۵۶۲) اور امام حاکم (۳۳۱/۱) رحمہم اللہ نے اس حدیث کی ”تصحیح“ کر کے اس کی ”توثیق“ کی ہے، لہذا اس کو ”مجهول“ کہنے والوں کا قول مردود ہے۔ فانہم

## دلیل نمبر ۸ :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: دخل على النبي صلى الله عليه وسلم وأنا أبكي فقال: ما يبكيك؟ فقلت: يا رسول الله! ذكرت الدجال، قال: فلا تبكي! فان يخرج وأنا حتى أكفيكموه، وان أمت، فان ربكم ليس بأعور، وأنه يخرج معه يهود أصبهان، فيسير حتى ينزل بضاحية المدينة، ولها يومئذ سبعة أبواب، لكل باب ملكان، فيخرج اليه شرار أهلها، فينطلق حتى يأتي لُذًا، فينزل عيسى ابن مريم، فيقتله، ثم يمكث عيسى في الأرض أربعين سنة أو قريباً من أربعين سنة اماماً عادلاً و حكماً مقسطاً .

”میں رو رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، فرمایا، کس چیز نے آپ کو رُلا دیا ہے؟ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے دجال یاد آ گیا تھا، آپ نے فرمایا، مت روئیں! اگر میرے جیتے جی وہ نکل آیا تو میں تمہیں اس سے کافی ہو جاؤں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو (یہ یاد رکھنا کہ) تمہارا رب کا نام نہیں ہے، دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ اصہبان کے یہودی ہوں گے، پھر وہ چلے گا حتیٰ کہ مدینہ کے بیرونی کنارے پر پڑاؤ ڈالے گا، اس وقت مدینہ کے بُرے لوگ اس کے ساتھ مل جائیں گے، پھر وہ چلے گا حتیٰ کہ مقام لُذ (Lydda - بیت المقدس کے قریب ایک بستی) تک پہنچ جائے گا، عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) اتر کر اسے قتل کر دیں گے، پھر آپ زمین پر چالیس سال تک یا چالیس سال کے قریب ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴/۱۵، مسند الامام احمد: ۷۵/۶، السنّة لعبد اللہ بن احمد: ۹۹۶، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۸۲۲) نے ”صحیح“ کہا ہے، علامہ بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رجاله رجال الصّحيح غير الحضرى بن لاحق، وهو ثقة .

”اس کے سارے راوی صحیح بخاری کے ہیں، سوائے الحضرى بن لاحق کے اور وہ ثقہ ہیں۔“

(مجمع الزوائد: ۳۳۸/۷)

الحضرى بن لاحق التيمى ”حسن الحديث، لا بأس به“ ہے، اس کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات“ میں ذکر کیا ہے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ”لیس بہ بأس“ کہا ہے۔ (الجرح والتعديل: ۳۰۲/۳، وسندہ صحیح)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أرجوا أنه لا بأس به . (الكامل لابن عدی: ۴۵۴/۲)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور پھر ان کے زمین پر رہنے کے الفاظ دلیل ہیں کہ آپ آسمان سے

اترے گئے



## دلیل نمبر ۹ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
کیف أنتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم .

”اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہی میں سے

ہوگا؟“ (صحیح بخاری: ۳۴۴۹، صحیح مسلم: ۱۵۵)

فائدہ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والَّذی نفسی بیدہ لیهلن ابن مریم بفتح الزّواء حاجّا أو معتمرا أو لیثنیہما .

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم علیہ السلام ضرور فخر و حاکم پر حج یا

عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے احرام باندھیں گے۔“ (صحیح مسلم: ۴۰۸۱، ح: ۱۲۵۲)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذا یكون بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء فی آخر الزّمان .

”یہ کام آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد ہوگا۔“

(شرح صحیح مسلم از نووی: ۴۰۸/۱)

## دلیل نمبر ۱۰ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تمام انبیاء آپس میں علاقائی بھائی ہیں، ان کی مائیں جدا جدا ہیں، لیکن دین ایک ہے، میں سب سے

بڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کے قریب ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا، وہ نازل ہونے

والے ہیں، جب ان کو دیکھو تو (ان نشانیوں سے) ان کو پہچان لینا، وہ درمیانی قد والے ہیں اور رنگ ان کا

سرخ و سفید ہوگا، ہلکے زرد رنگ کے لباس میں ہوں گے، ایسے محسوس ہوگا جیسے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو،

حالانکہ نمی (پانی) لگا نہیں ہوگا، آپ لوگوں سے اسلام کی خاطر لڑائی کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل

کریں گے، مسیح دجال کو ہلاک کریں گے، جزیہ ختم کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا

سارے ادیان ختم کر دے گا، زمین میں امن قائم ہو جائے گا، حتیٰ کہ شیرازوں کے ساتھ، چیتے گائیوں کے

ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ مل کر چریں گے، بچے سانپوں سے کھیلیں گے، لیکن وہ انہیں نقصان نہ پہنچا

سکیں گے، آپ زمین میں چالیس سال رہیں گے، پھر فوت ہو جائیں گے، پھر آپ صلوات اللہ علیہ پر مسلمان جنازہ پڑھیں گے۔“ (مسند الامام احمد: ۲/ ۴۳۷، ح: ۹۶۳۲، قتادة صرح بالسماع عنده، سنن ابی داؤد: ۴۳۲۴، مسند الطیالسی: ص ۳۳۵، وسندہ صحیح)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۸۲۲) نے ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۵۹۵/۲) نے اس کی سند کو ”صحیح“ قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”صحیح“ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۹۳)

## دلیل نمبر ۱۱ :

قال الامام ابن ماجه : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ ، حَدَّثَنِي جَبَلَةُ بْنُ سَحِيمٍ عَنْ مُؤَثَّرِ بْنِ عَفَاةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، قَالَ : لَمَّا كَانَ لَيْلَةُ أُسْرَى بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ، فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ ، فَبَدَأُوا بِإِبْرَاهِيمَ ، فَسَأَلُوا عَنْهَا ، فَلَمْ يَكُنْ عَنْدهُ مِنْهَا عِلْمٌ ، فَلَمْ يَكُنْ عَنْدهُ مِنْهَا عِلْمٌ ، ثُمَّ سَأَلُوا مُوسَى ، فَلَمْ يَكُنْ عَنْدهُ مِنْهَا عِلْمٌ ، فَرَدَّ الْحَدِيثَ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ، فَقَالَ : قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجِبَتِهَا ، فَأَمَّا وَجِبَتُهَا ، فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ ، فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَالِ ، قَالَ : فَأَنْزَلَ ، فَأَقْتَلَهُ .

”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروائی گئی، آپ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملے، انہوں نے قیامت کے بارے میں مذاکرہ کیا، وہ ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئے، ان سے قیامت کے بارے دریافت کیا، ان کے پاس اس بارے کوئی علم نہ تھا، پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، ان کے پاس بھی کوئی علم نہ تھا، بات عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا دی گئی، آپ نے فرمایا، مجھے قیامت قائم ہونے سے پہلے کی باتیں بتائی گئی ہیں، باقی رہا اس کے قائم ہونے کا وقت تو اللہ ہی جانتا ہے، پھر آپ نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا، میں نازل ہوں گا اور اسے قتل کروں گا۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵/ ۱۵۷، سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱، ص ۳۰۹ درسی نسخہ، واللفظ لہ، مسند

الامام احمد: ۱/ ۳۷۵، المستدرک للحاکم: ۲/ ۳۸۴، ۴/ ۴۸۸-۴۸۹، ۵۴۵-۵۴۶، وسندہ صحیح)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

علامہ بوصیری کہتے ہیں: هذا اسناد صحيح ، رجاله ثقات .

”نہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں“ (مصباح الزجاجة)

اس کے راوی مؤثر بن عفازہ کو امام ابن حبان (الثقات: ۵/۴۶۳) اور امام بخاری (۴۴۳) رحمہما اللہ نے ”ثقة“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کی ”تصحیح“ کر کے اس کی ”توثیق“ کر دی ہے، اس پر جرح کا ادنیٰ لفظ بھی ثابت نہیں، لہذا ”ثقة“ ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں الفاظ ہیں: فأهبط ، فأقتله . ”میں اتر کر اسے قتل کروں گا۔“  
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فهؤلاء أكابر أولى العزم من المرسلين ، ليس عندهم علم بوقت الساعة على التَّعْيِين ،  
وَأَمَّا رَدُّوْا إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَتَكَلَّمَ عَلَى أَشْرَاطِهَا ، لِأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ مَنْفَذًا  
لِأَحْكَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتُلُ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ وَيَجْعَلُ اللَّهُ هَلَاكَ يَأْجُوجَ  
وَمَأْجُوجَ بَبْرَكَةِ دَعَائِهِ ، فَأَخْبَرَ بِمَا أَعْلَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ .

”ان بڑے بڑے اولوالعزم رسولوں کے پاس قیامت کے وقت کا درست علم نہیں تھا، انہوں نے اس بات کو عیسیٰ علیہ السلام کی لوٹا دیا تو انہوں نے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں گفتگو فرمائی، کیونکہ آپ اس امت کے آخری دور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے (آسمان سے) اتریں گے، مسیح دجال کو قتل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے یا جوج ماجوج کو ہلاک کرے گا، لہذا انہوں نے وہ بات بتادی جسکی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۸۸، تحقیق عبد الرزاق المہدی)

## دلیل نمبر ۱۲ :

قال الامام البزار : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلِيبٍ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ : يَخْرُجُ الْأَعْوَرُ الدَّجَالُ  
مَسِيحُ الضَّلَالَةِ قَبْلَ الْمَشْرِقِ فِي زَمَنِ اخْتِلَافِ النَّاسِ وَفِرْقَةٍ ، فَيَبْلُغُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَبْلُغَ مِنَ الْأَرْضِ  
فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا ، اللَّهُ أَعْلَمُ مَا مَقْدَارُهَا ؟ فَيَلْقَى الْمُؤْمِنُونَ شِدَّةً شَدِيدَةً ، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّمَاءِ ، فَيَقُومُ النَّاسُ ، فَاذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رُكْعَتِهِ قَالَ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ  
حَمَدَهُ ، قَتَلَ اللَّهُ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ ، وَظَهَرَ الْمُؤْمِنُونَ ، فَأَحْلَفَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَنَّهُ لِحَقِّ وَأَمَّا أَنَّهُ قَرِيبٌ ، فَكُلُّ مَا هُوَ  
أَتَّ قَرِيبٌ .

کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمراہی کا مارا ہوا کانا دجال لوگوں کے اختلاف و افتراق کے دور میں مشرق سے نکلے گا، چالیس دنوں میں زمین میں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پہنچے گا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ان چالیس دنوں کی مقدار کتنی ہوگی؟ مومن لوگ بہت سختی میں مبتلا ہوں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، لوگ کھڑے ہو جائیں گے، جب آپ اپنا سر رکوع سے اٹھائیں گے تو ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہیں گے، اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو قتل کر دے گا اور مومن غالب آجائیں گے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صادق و مصدق نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بات حق ہے اور خبردار یہ قریب ہے، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔“

(مسند البزار (كشف الاستار عن زوائد البزار: ۱۴۲/۴، ح: ۳۳۹۶، وسندہ صحیح)

حافظ بیٹھی لکھتے ہیں: رواہ البزار ورجاله رجال الصّحیح .

”اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔“ (مجمع الزوائد: ۳۴۹/۷)

☆۱ علی بن المنذر با اتفاق محدثین ”ثقة“ ہیں، ان پر ”شیعی“ ہونے کا الزام مضرب نہیں، امام ابن سعد نے ان کو ”ثقة وصدق“ قرار دینے کے بعد کہا ہے: وبعضهم لا يحتج به. ”بعض محدثین اس سے حجت نہیں لیتے۔“ یہ جرح محدثین کے اتفاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆۲ ”بعضہم“ نامعلوم و مجہول ہیں، لہذا یہ جرح مردود ہے، پھر یہ اس روایت کے بیان کرنے میں منفرد نہیں، بلکہ ان کی متابعت عبدالواحد بن زیاد المصری نے مسند اسحاق بن راہویہ (۲۶۲) میں اور صالح بن عمر الواسطی نے صحیح ابن حبان (۶۸۱۲) میں کر رکھی ہے۔

☆۳ عاصم بن کلیب صحیح مسلم کے راوی ہیں اور بالاتفاق ”ثقة“ ہیں، ان کے بارے میں امام علی بن مدینی کا قول ”لا يحتج به اذا انفرد“ ثابت نہیں، بالفرض وہ ثابت بھی ہو جائے تو محدثین کے اتفاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆۴ عاصم بن کلیب کے والد کلیب بن شہاب بھی بالاتفاق ”ثقة“ ہیں، ان پر جرح کا ادنیٰ کلمہ تک ثابت نہیں۔

یہ حدیث نص صریح ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اتریں گے۔

☆☆.....☆☆.....☆☆

## قارئین کے سوالات غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال نمبر ① کیا حالتِ نیند میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے؟  
جواب: ہمارا عقیدہ ہے کہ شیطان لعین ہمارے امام اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارک اختیار نہیں کر سکتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **”من رآنی منکم فی المنام فقد رآنی، فان الشیطان لا یتمثّل فی صورتی۔“** (صحیح بخاری: ۱۱۰، ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۶۶) ”جس نے خواب میں مجھے دیکھا، یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
من رآنی فقد رأى الحق۔

”جس نے حالتِ نیند میں میرا دیدار کیا، بالیقین اس نے حق دیکھا (یعنی مجھے ہی دیکھا)۔“  
(صحیح بخاری: ۶۹۹۶، صحیح مسلم: ۲۲۶۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة، ولا یتمثّل الشیطان بی۔  
”جس نے خواب میں میرا دیدار کیا، وہ حالتِ بیداری میں بھی میرا دیدار کرے گا، شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“ (صحیح بخاری: ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۶۶)

اس حدیثِ مبارک نے اوپر والی احادیث کا مطلب واضح کر دیا ہے کہ ان احادیثِ مبارک کا تعلق صحابہ کرام سے ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا، یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا، وہ حالتِ بیداری میں بھی مجھے دیکھ لے گا، شیطان میری شکل و صورت اختیار نہیں کر سکتا ہاں! یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر یہ کہہ دے کہ میں ”محمد رسول اللہ“ ہوں، اب جس نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں آپ کا حلیہ مبارک نہیں دیکھا، وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا کوئی دوسرا انسان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کی حان پہچان تو وہی کر سکتا ہے، جس نے پہلے آپ کو حالت

بیداری میں دیکھا ہو، وہ صحابہ کرام ہی ہو سکتے ہیں، کوئی دوسرا نہیں۔

لہذا یہ کہنا پڑے گا کہ صحابہ کرام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا تعین ہونا درست ہے، اب کسی انسان کو یقینی طور پر زیارت نصیب نہیں ہو سکتی، چونکہ ہمارے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں ہے جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ زیارت کا دعوے دار مصیب ہے یا مخطی، لہذا ہم عادل، صالح، صحیح العقیدہ اور تبع سنت کے دعویٰ دیدار کے بارے میں سکوت کرتے ہیں۔

**تنبیہ:** حیران کن بات تو یہ ہے کہ اب جو بھی آپ کی زیارت کا دعویٰ کرتا ہے، ہر ایک الگ الگ صورت و شکل بیان کرتا ہے، ایک صورت پر متفق نہیں۔

امام ایوب السخثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کان محمد هو ابن سیرین اذا قصّ علیہ رجل أنّه رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صف لی الذی رأیتہ، فان وصفہ لہ صفۃ لا یعرفہا قال: لم ترہ۔ ”امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ پر جب کوئی بیان کرتا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے تو آپ فرماتے، جو صورت و شکل تو نے دیکھی ہے، وہ بیان کر، اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صورت ان سے بیان کرتا جس کو وہ نہیں جانتے ہوتے تھے تو کہہ دیتے، تو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔“

(صحیح بخاری، فتح الباری: ۳۸۴/۱۲، تغلیق التعلیق: ۲۶۷/۵-۲۶۸، وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ کی بات سے ہماری بات کو تقویت ملتی ہے۔ فله الحمد والمنة على الاسلام والسنة!

☆☆.....☆☆.....☆☆

## اپیل دعائے مغفرت

پرچہ پریس میں جا چکا تھا کہ یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ برادرِ محترم جناب قاری محمود الحسن صاحب اور قاری احمد حسن صاحب آف تانڈلیا نوالہ کی والدہ ماجدہ 17 فروری 2009 کو بقضائے الہی وفات پا گئیں، مرحومہ نہایت نیک، صالحہ اور صوم و صلوة کی پابند تھیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے! آمین۔

قارئین سے بھی التماس ہے کہ وہ مرحومہ کے لیے خصوصی دعائے مغفرت فرمائیں۔

جنازہ کے آگے یا پیچھے باوازِ بلند ذکر وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

جنازہ کے آگے یا پیچھے باوازِ بلند ذکر وغیرہ کرنا ”فتیح بدعت“ ہے، قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔

اس کے باوجود ”قبوری فرقہ“ اس کو جائز سمجھتا ہے، جنازہ کے آگے یا پیچھے باوازِ بلند ذکر یا قرآن خوانی کرنا نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رو سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا تو صحابہ کرام اور سلف صالحین جو سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق زندگیوں کو ڈھالنے والے تھے، وہ ضرور اس کا اہتمام کرتے۔

چاروں اماموں سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں ہے، احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں: ”ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب (ابوحنیفہ) کا قول وفعل اپنے لیے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ پر نظر نہیں کرتے۔“ (جاء الحق از احمد یار احمد خان بریلوی : ۱۵/۱)

اب بریلویوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام ابوحنیفہ سے باسندِ صحیح اس کا استحباب ثابت کریں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ اس فرقہ کا امام ابوحنیفہ سے کوئی تعلق نہیں اور ”اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام“ کے نام سے رسالے لکھنے والوں کو شعرانی جو انتہائی گمراہ انسان تھا، اس کے خلاف شرع اقوال پیش کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

واضح رہے کہ بعض حنفی اماموں نے جنازہ کے ساتھ باوازِ بلند ذکر کے عدم جواز اور بدعتِ قبیحہ ہونے کی صراحت بیان کی ہے:

☆ طحاوی حنفی لکھتے ہیں: ولا یرفع صوتہ بالقراءة ولا بالذکر ، ولا یغتر بکثرة من یفعل ذلک ، واما ما یفعله الجهال فی القراءة علی الجنابة من رفع الصوت والتعطيط فیہ فلا یجوز بالاجماع ، ولا یسع احدا یقدر علی انکارہ أن یشکک عنہ ولا ینکر علیہ ، وعلیہم الصمت

و نحو ذلك كالأذكار المتعارفة بدعة قبيحة .

”جنازہ کے ساتھ قراءت اور ذکر کے وقت آواز بلند نہ کرے، جو لوگ یہ بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں، ان کی کثرت دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائے، جنازہ کے ساتھ جاہل لوگ اونچی آواز سے اور کھینچ کھینچ کر کرتے ہیں، یہ بالاجماع جائز نہیں ہے، کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے انکار پر قدرت و طاقت رکھتا ہو، پھر خاموش رہے اور اس پر انکار نہ کرے، لوگوں پر خاموشی لازم ہے، اسی طرح جنازہ کے ساتھ اذکار متعارفہ بدعتِ قبیحہ ہیں۔“ (حاشیۃ الطحطاوی: ۳۳۲)

☆۲ ترکمانی حنفی لکھتے ہیں: ومن البدع ما يفعل بين يدي الميت من قراءة وذكر وحمل خبز وخرفان، الكل لا يرضى الواحد الديان .

”میت کے آگے قراءت و ذکر کرنا، روٹیاں اور بکری کا بچہ اٹھانا، بدعت کے کاموں میں سے ہے، ان ساری چیزوں پر کوئی ایک بھی دیندار انسان راضی نہیں ہو سکتا۔“ (کتاب الملع فی الحوادث والبدع از ترکمانی: ۲۳۲)

نیز لکھتے ہیں: وكذلك الذكر جهرا يكره فعله خلف الجنازة، وليس فيه اجر للذاكر ولا للميت .

”اسی طرح جنازہ کے پیچھے اونچی آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے، اس میں ذکر (ذکر کرنے والے) اور میت کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔“ (کتاب الملع: ۲۱۶)

☆۳ حنفی مذہب کی معتبر ترین کتابوں میں لکھا ہے:

”جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے، اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہیں تو اپنے دل میں کریں۔“

(فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۶۲، فتاویٰ قاضی خان: ۱/۹۲ بحوالہ جاء الحق از نعیمی: ۴۰۸/۱)

☆۴ ایک حنفی امام لکھتے ہیں: رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وقولهم كل حي يموت ونحو ذلك خلف الجنازة بدعة .

”جنازہ کے ساتھ با آواز بلند ذکر اور قراءت قرآن اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا، اور اس طرح کی باتیں بدعت ہیں۔“ (فتاویٰ سراجیہ: ۲۳)

محمد رکن دین بریلوی لکھتے ہیں:



”سوال: جو لوگ جنازہ کے ہمراہ ہوں ان کو کلمہ طیبہ راستہ میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: پکار کر پڑھنا تو مکروہ ہے، دل میں اگر پڑھیں تو مضائقہ نہیں، بہتر خاموشی ہے

(عالمگیری) (رکن دین: ۲۰۶)

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ :

احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

”جن فقہاء نے میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ فرمایا، ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔“ (حاء الحق: ۱/۱۰۸)

جناب بریلوی صاحب دھینگا مشتی کرتے ہوئے اپنے ”فقہاء“ کی عبارت کا مفہوم بگاڑنے میں سرگرداں ہیں کہ مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے، جبکہ بعض ”فقہاء“ نے اس کو بدعتِ قبیحہ کہا ہے، ابنِ نجیم حنفی جن کو ابو حنیفہ ثانی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وینبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة والكره فيها كراهة تحريم .

”جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ لمبی خاموشی اختیار کریں، جنازہ کے ساتھ اونچی آواز سے ذکر اور قراءت قرآن وغیرہ مکروہ ہے، اس میں کراہت تحریمی ہے۔“ (البحر الرائق: ۱۹۹/۲)

ثابت ہوا کہ ”مفتی“ صاحب کی توجیہ باطل ہے اور محض بدعت کو کمزور سہارا دینے والی بات ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”جان لو! درست اور مختار مذہب یہ ہے کہ جس پر سلف رضی اللہ عنہم کا عمل رہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت سکوت اختیار کیا جائے، قرأت اور ذکر وغیرہ میں آواز بلند نہ کی جائے، اس میں حکمت ظاہر ہے کہ خاموشی انسان کے دل کو مطمئن اور جنازے کے متعلق چیزوں کے بارے میں اس کی فکر کو جمع کر دیتی ہے، اس حالت سے یہی مطلوب ہے اور یہی حق بھی ہے، اس کی مخالفت کرنے والوں کی کثرت دیکھ کر دھوکہ مت کھا۔“ (الاذکار از نووی: ۱۳۶)

اسی طرح جب حافظ نووی سے سوال کیا گیا کہ دمشق میں بعض جاہل جنازے پر بری طرح کھینچ کھینچ کر، حد سے زیادہ سرائو کلمات میں زائد حروف داخل کر کے قراءت کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا مذموم چیز ہے یا نہیں؟

حافظ نووی جواب دیتے ہیں: ”یہ واضح برائی اور انتہائی قابلِ مذمت چیز ہے، اس کے حرام ہونے پر علماء کا اجماع ہے، ماوردی اور دوسرے کئی ایک اماموں نے اس کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے،

حاکم وقت اس فعل پر ان کو ڈانٹے اور تعزیر قائم کرے اور اس فعل سے توبہ کرائے، ہر مکلف جو اس کے انکار پر قدرت و طاقت رکھتا ہے، اس پر انکار لازم ہے۔“ (فتاویٰ النووی : ۳۶)

☆۵ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”جنازے کے ساتھ آواز بلند ذکر وغیرہ کرنا، یہ اہل کتاب اور عجمیوں کی عادت تھی، لیکن اس امت کے بہت سارے لوگ بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔“

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۳۱۶/۱)

نیز فرماتے ہیں: ”جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، خواہ قراءت ہی ہو۔“

(الاختیارات الفقہیہ : ۸۸)

☆۶ ابن النحاس (م ۸۱۴ھ) لکھتے ہیں: ”اگر قراءت میں کھینچاؤ اور الحان نہ بھی ہو، پھر بھی یہ مکروہ بدعت ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف میں سے کسی انسان سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے، اسی طرح جنازے کے ساتھ ذکر بھی مکروہ بدعت ہے۔“

(تنبیہ الغافلین عن اعمال الجاهلین وتحذیر السالکین من افعال الہالکین : ۴۸۱)

## اہل بدعت کے دلائل

☆۱ اہل بدعت کا عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ بدعات یا تو عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں یا ان سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

☆۲ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں:

لم یکن یسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یمشی خلف الجنازۃ الا قول لا الہ الا اللہ مبديا وراجعا .

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے پیچھے چلنا شروع کرتے اور جب واپس لوٹتے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ سے لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں سنتے تھے۔“ (الکامل لابن عدی : ۲۶۹/۱، ۱۶۰۸/۴)

## تبصرہ :

یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، اس کے راوی ابراہیم بن احمد الحرانی کے بارے میں امام ابو عروبہ فرماتے ہیں: کان یضع الحدیث . ”یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔“ (الکامل لابن عدی : ۲۶۹/۱)

اس کے بارے میں تعدیل ثابت نہیں ہے، لہذا ایسی موضوع (من گھڑت) روایت بدعت کے ثبوت

میں پیش کرنا سراسر دھوکہ اور ظلم ہے۔

”اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو، پھر بھی فضائلِ اعمال میں معتبر احمد یار خان نسیمی لکھتے ہیں:

”ہے۔“ (جاء الحق : ۱/ ۴۰۴)

اولاً: یہ روایت من گھڑت ہے۔ ثانیاً: اس میں جنازے کے ساتھ باوازا بلند اجتماعی ذکر کا وجود نہیں ملتا۔ ثالثاً: اس مسئلہ کا تعلق احکام کے ساتھ ہے نہ کہ فضائل کے ساتھ، چونکہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ جنازے کے آگے یا پیچھے ذکر کرنا جائز ہے یا ناجائز، نہ کہ اس کی فضیلت کے بارے میں۔

☆ ۳ عن عبد اللہ بن محمد بن وہب ، حدّثنی یحییٰ بن محمد بن صالح ، حدّثنا خالد بن مسلم القرشی ، حدّثنا یحییٰ بن أيوب عن یزید بن أبی حبيب عن سنان بن سعد عن أنس ، قال : قال رسول الله صَلَّى الله عليه وسلم : أکثروا فی الجنّاة قول لا اله الا الله .

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنازے کے ساتھ

کثرت سے لا اله الا الله پڑھو۔“ (مسند الدیلمی : ۳۲/۱/۱ بحوالہ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ : ۲۸۸۱)

## تبصرہ :

یہ روایت ”ضعیف“ ہے، اس کے بعض راوی نامعلوم و مجہول ہیں، محدث البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن ایوب سے نیچے راویوں کا مجھے ذکر نہیں مل سکا۔

مجہول اور نامعلوم راویوں کی روایت سے استدلال اہل حق کو زیب نہیں دیتا، دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں ذکر بالجہر کا وجود تک نہیں ملتا۔

## تنبیہ :

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی کہتے ہیں:

”ہمارے حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب قبلہ نے انتقال کے وقت مولوی اسماعیل صاحب سے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میرے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کیا جائے، انہوں نے کہا، حضرت یہ تو نامناسب معلوم ہوتا ہے، ایک نئی بات ہے، جس کو فقہاء نے اس خیال سے کہ عوام سنت نہ سمجھ لیں، پسند نہیں کیا، فرمایا بہت اچھا، جو مرضی ہو، خیر بات آئی گئی ہوئی اور کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی، کیونکہ خلوت میں گفتگو ہوئی تھی،

مگر جب جنازہ اٹھا تو ایک عرب کی زبان سے نکلا ، اذکروا اللہ بس پھر کیا تھا، سب لوگ بے ساختہ ذکر کرنے لگے اور لا الہ الا اللہ کی صدائیں برابر قبرستان تک بلند رہیں ، بعد میں مولوی اسماعیل صاحب اس گفتگو کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت (امداد اللہ) کو تو منوادیا، مگر اللہ تعالیٰ کو کیونکر منوائیں ، اللہ تعالیٰ نے حضرت کی تمنا پوری کر دی۔“

(قصص الاکابر از تہانوی : ۱۱۹ ، الافاضات اليومية از تہانوی : ۲۷۷/۳ ، امداد المشتاق از تہانوی : ۲۰۴)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

- ☆۱ دیوبندیوں کے عقیدہ وحدت الوجود کے امام اور ان کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ کے نزدیک بدعت اور بے اصل کام کی خواہش کرنا بھی صحیح ہے اور خلاف شرع کام کی وصیت بھی۔
- ☆۲ جنازے کے آگے یا پیچھے آواز بلند ذکر وغیرہ کی بدعت پر عمل کرنے میں تمام تقلید پرست متفق ہیں، حالانکہ میت کے ساتھ اونچی آواز سے پڑھنا ہندوؤں کی رسم بد ہے۔
- ☆۳ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی جھوٹ بولنے سے بھی باز نہیں آتے۔

## الحاصل :

جنازے کے آگے یا پیچھے آواز بلند ذکر اور نعت خوانی وغیرہ بدعتِ قبیحہ، سیئہ اور مذمومہ ہے۔

☆☆.....☆☆.....☆☆

## شکریہ

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير ، ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله عز وجل ،  
والتحديث بنعمة الله شكر ، وتركها كفر ، والجماعة رحمة ، والفرقة عذاب .

”جو تھوڑی نعمت کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ زیادہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا، جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا، اللہ کی نعمت دوسروں سے بیان کرنا شکریہ ہے اور ایسا نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے، جماعتِ رحمت ہے اور تفرقہ بازی عذاب ہے۔“ (مسند الامام احمد : ۴/ ۳۷۵، ۲۷۸، زوائد مسند الامام احمد :

۳۷۵/۴، السنة لابن ابی عاصم : ۹۳ ، الشکر لابن ابی الدنيا : ۶۴ ، وسندہ حسن)

☆☆.....☆☆.....☆☆